دینی، علمی، اصلاحی، ادبی، تاریخی

زیرِ سرپرستی: مفسرِ قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین حسامی مظاہری دامت برکاتہم

جلد: ۸، شمارہ: ۳
جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۲۴ء

مجلہ سہ ماہی

الکشاف

استقامت یہ ہے کہ اپنے دین پر، اپنے عقیدے پر، اپنے ایمان پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہنا۔ چاہے حالات کیسے بھی آجائیں۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھئے: سخت گرمی ہوگی تب بھی نماز پڑھیں گے اور سخت سردی ہوگی تب بھی نماز پڑھیں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ بہت سردی ہوگئی تو نماز چھوڑ دیں گے، بہت گرمی ہوگئی کہ رات میں نیند ہی نہیں پوری ہوئی، تو اب نماز ہی میں نہیں اٹھ پا رہے ہیں، یہ استقامت نہیں ہے۔ استقامت یہ ہے کہ گرمی ہو یا سردی، برسات ہو یا سوکھا، ہر حال میں نماز کے پابند ہیں۔ اسی طرح سے حالات کیسے بھی ہوں ہر حال میں ایمان پر قائم ہیں، ایمان کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں، اپنے ایمان کے اوپر مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں، اس کا نام ہے استقامت۔

مفسرِ قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین حسامی مظاہری دامت برکاتہم

-/60

ایڈیٹر
ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

فلاح العباد ٹرسٹ 9I/2I آزاد نگر کرامت کی چوکی کریلی الہ آباد یوپی

دینی، اصلاحی، علمی، ادبی، تاریخی

مجلّہ سہ ماہی

اَلْکَشّاف

جلد نمبر ۸ | شمارہ نمبر ۳

ذی الحجہ، محرم الحرام، صفر المظفر ۴۵۔۱۴۴۶ھ - July to September 2024

زیر سرپرستی: مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

معاون ایڈیٹر

مولانا عماد الدین مظاہری
مولانا حافظ سید محمد راشد

مجلس ادارت

پروفیسر شبیر احمد ندوی
سابق صدر شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی
مولانا وصی اللہ آرزو میاں
جلال آباد، ضلع شاملی
مولانا سید محمد زید، الہ آباد
مولانا سید محمد اشرف، الہ آباد
ڈاکٹر محمد کامل، لکھنؤ مقیم امریکہ

مجلس مشاورت

جناب محمد ثاقب صاحب
آئی ای، ایس
جناب محمد عرفان انصاری صاحب
ایڈیشنل ایس پی
جناب ڈاکٹر شوکت علی صاحب
سابق ڈائرکٹر آف ایجوکیشن
جناب طارق سعید صاحب، الہ آباد
جناب محمد کلیم خان صاحب، مہراج گنج
جناب وسیم احمد صاحب، گونڈہ

FLAHUL IBAAD TRUST 9I/2I Azad Nager
Karamat ki chauki Kareli Allahabad,UP India 2211016

ترسیل زر کا پتہ: FLAHUL IBAAD TRUST PNB A/c:1001002100506383

پرنٹر پبلشر محمد ضیاء الدین مظاہری نے جے پرنٹرس الہ آباد سے طبع کراکے دفتر مجلّہ سہ ماہی "الکشاف" فلاح العباد ٹرسٹ آزاد نگر کریلی سے شائع کیا۔

نوٹ: رسالے سے متعلق تمام مقدمات صرف الہ آباد کی عدالت میں قابل سماعت ہوں گے۔

ناشر
فلاح العباد ٹرسٹ، 91/21 آزاد نگر، کرامت کی چوکی، کریلی، الہ آباد، یوپی

نگارشات

نمبر شمار	عناوین	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	اپنی بات	ادارہ	۳
۲	خدا کو بھول جانا اور محوِ ماسوا ہونا	اکبر الہ آبادی	۵
۳	درس قرآن	مولانا عمادالدین مظاہری	۶
۴	''ان کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر''	حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب دامت برکاتہم	۱۳
۵	ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری	۲۸
۶	اسلام کے غدار، دوست کی شکل میں دشمن جو آستین کے سانپ تھے	مولانا محمد اسماعیل ریحان	۴۱
۷	عمدہ اخلاق و کردار سے اپنی زندگی خوشگوار بنائیں	پروفیسر محمد عبدالرحمٰن العریفی	۴۷
۸	مجاہدہ کی حقیقت (۲)	مجلس حضرت مسیح الامت شاہ محمد مسیح اللہ خانصاحب شروانی	۵۶
۹	فقہی مسائل۔ جن وجہوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے	ادارہ	۶۳

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر تعاون کا وقت ختم ہو گیا ہے، لہٰذا رسالہ جاری رکھنے کیلئے تعاون کی رقم ارسال کردیں

خط و کتابت کا پتہ:
فلاح العباد ٹرسٹ، 91/2I آزاد نگر، کرامت کی چوکی، کریلی، الہ آباد، یوپی۔ انڈیا

فی شمارہ تعاون: 60/= روپے
سالانہ تعاون: 250/= روپے
محصول ڈاک اسکے علاوہ 100/=

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

zia3300@gmail.com

اداریہ

اپنی بات

میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ حالاتِ حاضرہ پر کچھ سپردِ قرطاس کروں...

۞ ...اور یہ بتاؤں کہ:

فلسطین کے مظلوم...　　مگر بہادر، شجاع...

...سینہ میں ایمان سے بھرا دل لئے ہوئے یہ عورتیں، بچے، جوان، بوڑھے، بے بس مائیں ساری دنیا کے مسلمانوں سے　　جن کے دل ان اوصاف سے بالکل خالی ہیں　　مدد نہیں، نصرت نہیں، حمایت نہیں مانگ رہے ہیں...

...بلکہ فلسطین کا بچہ بچہ چیخ چیخ کر صدا لگا رہا ہے کہ آؤ...　آؤ دیکھو...　　اللہ پر ایمان رکھنے والوں کے عزائم، جوش، ولولہ، حوصلہ اور یہ کہ کیسے ہم نے اللہ کے دشمنوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں...

۞ ...اور یہ بتاؤں کہ:

حرمین شریفین پر قابض، یہودیوں کی تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ اولاد نے کس طرح ''حرمین شریفین'' کے تقدس کو پامال کیا۔

جس کا ذکر کرتے ہوئے بھی شرم سے سر جھکا جاتا ہے اور رنج والم سے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

...وہی حرمین شریفین جہاں پر ہمارے اسلاف ننگے پیر چلنے کو سعادت سمجھتے تھے۔

وہی حرمین شریفین جہاں پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی جوتے نہیں پہنے کہ معلوم نہیں کہاں کہاں میرے آقا کا قدم مبارک پڑا ہو اور مالک کا جوتا وہاں پڑ جائے!!!...اللہ اکبر!

۞ ...اور یہ بتاؤں کہ:

ہماری بہنیں خاص کر کالجز اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم بچیاں کس کس طرح زہر آلود ماحول کا شکار ہوتی جارہی ہیں۔

...اپنے دین، اپنے ایمان کا سودا غیروں سے کر رہی ہیں۔

...ایک بڑی سازش کے تحت غیروں کے ''جعلی محبت'' کا شکار ہو کر ایمان تو ایمان ہے زندگیوں کو داؤں پر لگا دیتی ہیں۔

۞ ...اور یہ بتاؤں کہ:

کس طرح پرفیوم اور خوشبو بنانے والے انڈسٹریز اور بڑی بڑی کمپنیاں لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ Attract اور کشش کے لئے ایسے ایسے پرفیوم اور خوشبوئیں تیار کر رہے ہیں

جن کے استعمال سے وہ فریفتہ اور گرویدہ ہو جاتی ہیں اور اس طرح ہماری پروان چڑھتی نسلیں بے راہ روی کی شکار ہو رہی ہیں جبکہ آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کی خوشبو کے سلسلہ میں ہدایات عطا فرما چکے ہیں۔

...اور یہ بتاؤں کہ:

...کس کس طرح سے ہمارے دینی، مذہبی، ملی، اجتماعی ماحول کو بگاڑا جا رہا ہے

...کہیں پر جائز ناجائز قبضہ بتا کر بستیاں کی بستیاں اجاڑ دی جا رہی ہیں

...مسلمانوں کے پرسنل معاملات میں دخل اندازی کی جا رہی ہے

...اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرنے والوں پر شکنجے کسے جا رہے ہیں

...ان کے منقولہ اور غیر منقولہ جائدادوں میں جو اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے ''وقف'' کر دی گئی ہیں اس کو ہتھیانے کے لئے قانون سازی کی جا رہی ہے۔

...اور یہ بھی بتاتا ...اور یہ بھی بتاتا ...اور یہ بھی بتاتا... لیکن کیا یہ سب خبریں کسی بھی ذرائع سے آپ تک نہیں پہنچیں؟ بالکل پہنچی ہیں۔

آپ نے کیا کیا؟

آپ کو وہ کرنا چاہئے تھا جو افلاطون کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔

افلاطون نے کہا تھا کہ موسیٰ سے پوچھو کہ اگر آسمان کو ہم ''کمان'' فرض کر لیں جس سے تیر چلائے جاتے ہیں اور یہ جو مصیبتیں، حوادث، واقعات برس رہے ہیں انہیں ''تیر'' فرض کر لیں تو اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

''جب تیر چلانے والا تیر چلائے تو اس کے پہلو میں آکر کھڑے ہو جاؤ''۔

یہ مصائب جو ہماری شامت اعمال کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہیں آ رہے ہیں اس کا علاج یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پہلو میں آکھڑے ہوں۔

اپنے گناہوں کی معافی چاہیں... استغفار کی کثرت کریں...

... تو اگر ہزار مصیبتیں آجائیں ...... ہمارے قدم متزلزل نہیں ہو سکتے... کیوں؟

اسلئے کہ اب ہم مصیبت اور حوادث بھیجنے والے کی پناہ میں آگئے...

اللہ کرے یہ بات ہماری سمجھ میں آجائے۔

خدا کو بھول جانا اور محوِ ماسوا ہونا

اکبر الہ آبادی

عنایت تخلیے میں بزم میں ناآشنا ہونا
غضب ہے یہ ادائیں دم ہی بھر میں کیا سے کیا ہونا

بتوں کے پہلے بندے تھے مسوں کے اب ہوئے خادم
ہمیں ہر عہد میں مشکل رہا ہے با خدا ہونا

مرا محتاج ہونا مری حالت سے ظاہر ہے
مگر ہاں دیکھنا ہے آپ کا حاجت روا ہونا

جو وقت ہے وہ یہ ہے، دل نہیں ہے میرے کہنے میں
مجھے تسلیم ہے ارشادِ واعظ کا بجا ہونا

خدا بنتا تھا منصور اس لئے مشکل یہ پیش آئی
نہ کھنچتا دار پر ثابت اگر کرتا خدا ہونا

بچاتا ہے ہزاروں کفر سے اے واعظ ناداں
بلائے دامِ گیسوئے بتاں میں مبتلا ہونا

مجھے جوشِ طبیعت سے ہوا شوقِ گنہ آخر
عجب کیا ناز سکھلائے اگر ان کو خفا ہونا

صفاتِ حق تعالیٰ فہمِ منکر میں نہیں آتے
وہ کہتا ہے کہ گویا کچھ نہ ہونا ہی خدا ہونا

خدا ان سے ملائے تو نہایت ہی خوش آئے گا
نیا عہدِ وفا بندھنا گذشتہ کا گلہ ہونا

طریقِ مغربی کی کیا یہی روشن ضمیری ہے
خدا کو بھول جانا اور محوِ ماسوا ہونا

درسِ قرآن

مستفاد از تفسیر تبیان القرآن

مولانا عماد الدین مظاہری ایم اے

سورۃ الحدید
(۲)

اَعُوذُ باللّٰه مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضٰعِفَه لَه وَ لَہٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ o یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰکُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ط ذٰلِکَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِیْم o یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْن اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُم ج قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَ کُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْراً ط فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّه بَابٌ ط بَاطِنُه فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَاب o یُنَادُوْنَهُم اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ ط قَالُوْا بَلٰی وَ لٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُم اَنْفُسَکُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغرَّتْکُمُ الْاَمَانِیّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغرُوْر o فَالْیَوْمَ لا یُؤْخَذُ مِنْکُم فِدْیَة وَ لا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط مَأْوٰکُمُ النَّار ط هِیَ مَوْلٰکُم ط وَ بِئْسَ الْمَصِیْر o اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبهمْ لِذِکْرِ اللّٰه وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ لا وَ لا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْ تُو الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبهم ط وَ کَثِیْرٌ مِنْهُمْ فٰسِقُوْن o اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْض بَعْدَ مَوْتِهَا ط قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰت لَعَلَّکُم تعْقِلُوْن o اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْ ضاً حَسَناً یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ o وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْن قصلی وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِم ط لَهُمْ اَجرُهُمْ وَ نُوْرهُم ط وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْم o

(سورۃ الحدید: از آیت: ۱۱ تا ۱۹)

اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مطلب

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَ لَہٗۤ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ ؀ کون ہے جو اللہ کو قرض دے تو اس پر وہ اس کو اس کے لئے کئی گنا بڑھا دے اور اس کے لئے بڑا عمدہ اجر ہے۔ (آیت:۱۱) اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مطلب اللہ کے راستہ میں اخلاص کے ساتھ خرچ کرنا ہے۔ یہ مال اور اس کے خرچ کرنے کی توفیق سب کچھ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اس کے باوجود یہ ان کی شانِ کریمی ہے کہ وہ اس کو اپنے ذمہ قرض قرار دے رہے ہیں، جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ اس کو اس پر اس اہتمام کے ساتھ اجر وصلہ عطا فرماتے ہیں جیسے کوئی قرضدار قرض واپس کرتا ہے بلکہ جتنا اس نے خرچ کیا ہے اس سے بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر عطا فرماتے ہیں۔

پل صراط پر مومن کے ایمان کا نور اس کے آگے آگے ہوگا

’’یَوۡمَ تَرَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ یَسۡعٰی نُوۡرُہُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ بِاَیۡمَانِہِمۡ ‘‘جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑتا ہوگا۔ (آیت:۱۲) میدان حشر میں جب تمام لوگ پل صراط پر سے گذر رہے ہوں گے اور وہاں سخت اندھیرا ہوگا تو مومن کے ایمان کا نور اس کے آگے اور دائیں اور بعض روایتوں کے مطابق اس کے بائیں بھی (جیسا کہ درمنثور میں ہے کذا فی بیان القرآن) دوڑتا ہوگا اور اس کو راستہ دکھائے گا۔

اس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں

بُشۡرٰىكُمُ الۡیَوۡمَ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ؀ آج تم کو خوشخبری ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔ (آیت:۱۲) ظاہر ہے اس سے بڑھ کر کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے؟

پل صراط پر منافقین کی حالت

یَوۡمَ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا انۡظُرُوۡنَا نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ ج جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ (آیت:۱۳) یعنی چونکہ منافقین دنیا میں اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور

عام حالات میں مسلمانوں ہی کے ساتھ رہتے تھے اس لئے جب وہ دیکھیں گے کہ مسلمان اپنے ایمان کی روشنی میں آگے جنت کی طرف چلے جا رہے ہیں اور یہ ان کے پیچھے اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں تو اس وقت وہ اپنے مسلمان ہونے کا حوالہ دے کر مسلمانوں کو پکاریں گے کہ ذرا ہمارا بھی انتظار کرلو تاکہ تمہاری روشنی سے فائدہ اٹھا کر ہم بھی پل صراط کو پار کرلیں۔

منافقین کو اللہ تعالیٰ کا جواب

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو۔ (آیت:۱۳) ''پیچھے'' سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سخت اندھیرے کے بعد پل صراط پر چڑھنے کے وقت نور تقسیم ہوا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ نور کس کو ملے اور کس کو نہ ملے اس کی جگہ پیچھے ہے وہاں جا کر نور حاصل کرنے کی درخواست کرو۔ چنانچہ وہ لوٹ کر وہاں جائیں گے اور جب وہاں کچھ نہ ملے گا تو پھر ادھر ہی لوٹ آئیں گے۔ (درمنثور کذا فی بیان القرآن)

مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ (آیت:۱۳) یعنی مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، مسلمان جنت میں داخل ہو جائیں گے، دروازہ کی اس طرف جنت کی نعمتیں ہوں گی اور دوسری طرف دوزخ کا عذاب ہوگا۔ ممکن ہے یہ دروازہ بات چیت کے لئے ہو یا اسی دروازہ سے جنت کا راستہ ہو۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہی دیوار ''اعراف'' ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ اعراف کے علاوہ کوئی اور دیوار ہے۔

منافقین کی پکار

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ وہ منافق ان مومنوں کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟۔ (آیت:۱۴) یعنی کیا ہم بھی تمہاری ہی طرح نماز و روزہ نہ کرتے تھے اور تمہاری مجلسوں اور تمہارے کاموں میں شریک نہ رہا کرتے تھے؟ پھر آج ہمارے اور تمہارے درمیان آڑ اور جدائی

کیوں پڑ گئی؟

مومنین کا جواب

''قَالُوْا بَلٰی وَ لٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ ''مومن کہیں گے: ہاں، تھے تو سہی لیکن تم نے خود اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم انتظار میں رہا کرتے تھے اور تم شک میں پڑے رہتے تھے۔ (آیت:۱۴) وہ گمراہی یہ تھی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے دشمنی رکھتے تھے اور اس انتظار میں رہتے تھے کہ کب مسلمانوں پر گردش اور مصیبت آئے اور تم اسلام کے بارے میں طرح طرح کے شک میں مبتلا تھے۔

''وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیّ ''اور تم کو بیہودہ آرزوؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ (آیت:۱۴) بیہودہ آرزوؤں سے مراد یہ ہے کہ منافقین اس تمنا اور انتظار میں رہا کرتے تھے کہ مسلمان اپنے دشمنوں سے ہار جائیں گے اور (معاذ اللہ) اسلام بھی مٹ کر ختم ہو جائے گا۔

اللہ کا حکم یعنی موت آ گئی

''حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ '' یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا۔ (آیت:۱۴) اللہ کے حکم سے مراد موت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم عمر بھر اپنے ان ہی بیہودہ خیالات، آرزوؤں اور کافرانہ باتوں میں مبتلا اور مست رہے اور ان سے توبہ نہیں کی یہاں تک کہ موت نے تمہیں آ دبوچا اور تمہاری سب آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔

منافقین کا صرف ظاہر طور پر مومنین کے ساتھ رہنا ذریعہ نجات نہیں

وَغَرَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْر ٥ اور تم کو بڑے دھوکہ باز (شیطان) نے اللہ کے بارے میں دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ (آیت:۱۴) کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا نہ دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ تم ان کافرانہ باتوں میں مبتلا تھے اس لئے تمہارا صرف ظاہری طور پر مسلمانوں کے ساتھ رہنا نجات کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔

آخرت میں منافق کا بھی انجام وہی ہوگا جو انجام کافر کا ہوگا

فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَةٌ وَ لَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط مَاْوٰکُمُ النَّارُ ط هِیَ

مَوْلٰکُم ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْر ۝ چنانچہ آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا تھا، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہاری رفیق ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔ (آیت:۱۵) یعنی اول تو فدیہ اور معاوضہ دینے کے لئے اس وقت تمہارے پاس کوئی چیز ہے ہی نہیں، لیکن بفرض محال اگر ہوتی تب بھی قبول نہ ہوتی کیونکہ یہ دارالجزاء (یعنی بدلہ ملنے کی جگہ) ہے، دارالعمل (یعنی عمل کرنے کی جگہ) نہیں ہے اس لئے اب تو تمہارا ٹھکانہ یہی دوزخ ہے اور یہی دوزخ تمہاری ہمیشہ کے لئے رفیق اور ساتھی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اب اسی ٹھکانے میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا پڑے گا۔ اس آیت میں اس کی بھی صراحت ہوگئی کہ آخرت میں منافق کا بھی انجام وہی ہوگا جو انجام کافر کا ہوگا۔

مسلمانوں کو ہر وقت نیک اعمال اور اطاعت وفرمانبرداری کے لئے تیار رہنا چاہئے

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت کے اور اس حق کے آگے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے۔ (آیت:۱۶) امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کے بعد صحابہ کرام کو جب کچھ سہولت وراحت ملی اور مالی آسائش بھی حاصل ہوئی تو بعض کے اندر کچھ سستی اور عملی جدوجہد میں کچھ کمی آگئی، اس پر آیت نازل ہوئی جس میں ان پر عتاب اور تنبیہ کی گئی کہ مسلمانوں کو ہر وقت اور ہمہ دم نیک اعمال اور اطاعت وفرمانبرداری کے لئے مستعد اور تیار رہنا چاہئے۔ (روح المعانی) آیت میں ''تخشع'' کا لفظ آیا ہے جو ''خشوع'' سے ہے جس کے معنی ہیں دل کا پرسکون اور نرم ہو جانا، مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ذکر ونصیحت اور قرآن واسلام کے احکام کے آگے جھک جائیں اور ان پر عمل کرنے میں ذرا بھی سستی اور کمزوری نہ ہونے پائے۔

مسلمانوں کو ہر وقت اللہ کے سامنے تضرع، گریہ وزاری کرتے رہنا چاہئے

وَ لَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ ؕ وَ کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر ایک لمبی مدت گذر گئی اور ان کے دل سخت ہوگئے اور (آج) ان میں سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔ (آیت:۱۶) مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کا طرز عمل نہ اختیار کریں جیسا کہ

انھوں نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور گناہ پر گناہ کرتے رہے یہاں تک کہ اسی حال میں لمبی مدت گذر گئی لیکن وہ گناہ ونافرمانی اور اللہ کے سچے نبی کی مخالفت سے باز نہ آئے جس کے نتیجہ میں ان کے دل سخت ہوگئے، چنانچہ آج نوبت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ کافر ونافرمان ہیں، اس لئے مسلمانوں کوتوبہ کرنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے میں ہرگز دیر نہ کرنی چاہئے بلکہ ہرآن اللہ کے سامنے جھکے اور گڑگڑاتے رہنا چاہئے، ورنہ غفلت کے نتیجہ میں بعض اوقات توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی اور کبھی تو کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے جیسا کہ یہود ونصاریٰ کا حال ہوا۔

اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما کر مردہ دلوں کو زندگی بخش دیتا ہے

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا ط اچھی طرح جان لو کہ اللہ زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کردیتا ہے۔(آیت:۱۷) یعنی اگر تم لوگوں سے اب تک کچھ قصور وگناہ کے کام اور غلطیاں ہوگئی ہیں اور ایمان کے تقاضوں پر پوری طرح عمل نہیں کرسکے ہو تو مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح مردہ پڑی ہوئی سوکھی زمین کو رحمت کی بارش برسا کر زندگی اور شادابی عطا فرمادیتا ہے اسی طرح وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرما کر ان کے مردہ دلوں کو زندگی بخش دیتا ہے اور ان کی اصلاح فرمادیتا ہے۔

قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ o ہم نے تمہارے لئے نشانیاں کھول کھول کر بیان کردی ہیں تاکہ تم سمجھو۔(آیت:۱۷) نشانیوں سے مراد یہی ہے کہ تم برابر دیکھتے رہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ بارش برسا کر کس طرح مردہ اور سوکھی زمین کو زندگی بخشتا اور ہری بھری کردیتا ہے۔

''قرض حسن'' سے مراد

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً یُّضٰعَفُ لَھُمْ وَ لَھُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ o بیشک جو صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں ہیں اور انھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ہے ان کے لئے اس صدقہ کو کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے عمدہ اجر ہے۔(آیت:۱۸) ''قرض حسن''، یعنی اچھے قرض سے مراد وہ صدقہ اور خرچ ہے جو اللہ کے راستہ میں خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کے لئے کیا جائے۔ ان کا اجر ضائع نہ ہوگا بلکہ ایک کے بدلہ کم از کم دس گنا سے

سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ ملے گا۔

''وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ'' اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ (آیت:۱۹) یہاں اس سے مراد وہ حضرات ہیں جو ایسے سچے پکے مومن ہوں کہ ان کے اندر ایمان و یقین اور احکام شریعت کی پابندی اور فرمانبرداری مکمل درجہ میں ہو۔

''صدیق'' اور ''شہید'' کے درجات

اُولٰٓئِکَ هُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ۖ وَ الشُّهَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ یہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ (آیت:۱۹) مطلب یہ ہے کہ صدیق اور شہید کا درجہ وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو ایسا سچا پکا ایمان لائے ہوں کہ اس ایمان کے آثار و علامات اور نشانیاں ان کے اعمال و کردار سے ظاہر ہوں، صرف زبانی جمع خرچ سے کوئی صدیق اور شہید کا درجہ نہیں پا سکتا۔

''صدیق'' وہ شخص جو اپنے قول و فعل، کردار اور عمل میں نہایت اعلیٰ درجہ کا سچا ہو۔ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد بزرگی اور پرہیزگاری کا سب سے اونچا درجہ ہے جیسا کہ سورۂ نساء آیت: ۷۰ میں گذرا ہے۔

''شہید'' کے لفظی معنیٰ گواہ کے ہیں، یہاں پر یہ معنیٰ بھی مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ قیامت میں اس امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے لوگ پچھلے انبیائے کرام علیہم السلام کے حق میں ان کی امتوں کے مقابلہ میں گواہی دیں گے جیسا کہ سورۂ بقرہ، آیت: ۱۴۳ میں ہے، اور ''شہید'' ان لوگوں کو بھی کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جان کی قربانی پیش کر دیں۔

لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ وَ نُوۡرُهُمۡ ؕ ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔ (آیت:۱۹) یعنی جنت میں ان کو خاص اجر و ثواب اور پل صراط پر ان کا نور خاص ہوگا۔

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ۝ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔ (آیت:۱۹) یعنی دوزخ درحقیقت ایسے ہی لوگوں کے لئے بنی ہے۔

موعظۂ حسنہ

ماہِ ربیع الاول (خاص مضمون)

''ان کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر''

حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

یہ مضمون حضرت والا کا ایک بیان ہے جو بمقام چکیہ، شہر الہ آباد میں ۲/اپریل ۲۰۰۶ء کو ہوا تھا۔ جس میں کثیر تعداد میں سامعین موجود رہے ادارہ ماہِ ربیع الاول کی مناسبت سے ''اصلاحی بیانات'' سے اخذ اور تلخیص کر کے اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن ،وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ،وَ اَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَ حَبِیْبَنَا وَشَفِیْعَنَاوَ کَرِیْمَنَاوَ مَوْلَانَامُحَمَّداًصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ عِتْرَتِہٖ أَجْمَعِیْن وَ بَارَکَ وَ سَلَّم تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً ، اَمَّا بَعْد :

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَ مُبَشِّراً وَّ نَذِیْراً وَّدَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجاً مُّنِیْراً ۝ صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیْم وَ صَدَقَ رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم وَ نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن ۝

میں نے آپ کے سامنے جو آیت تلاوت کی ہے اس میں آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب، خصوصیات وکمالات اور آپ کو جو اللہ تعالیٰ نے شان عظیم عطا فرمایا ہے بیان فرمایا گیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوگا کہ آپ کی ذات والا صفات کے اندر جو کمالات اور فضائل ہیں کیا وہ ایسے ہی ہیں کہ ان کو صرف ربیع الاول کے مہینہ میں یاد کرلیا جائے؟ کیا وہ صرف ایسے ہی ہیں کہ ان سے زندگی کے اندر اجالا پیدا ہوجاتا ہے اور بہتری آجاتی ہے اور بس؟ یا وہ فضائل اور کمالات ایسے ہیں جو انسانی زندگی بلکہ روح

کائنات کے لئے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے کائنات کی بقا اور وجود کے لئے ہَوا اور پانی ضروری ہے۔

ضروری چیز تو ہر وقت ضروری ہوتی ہے

تو جب وہ ایسی ہی ضروری ہیں تو کیا اس کیلئے صرف یہی ایک مہینہ اور اس کی چند تاریخیں ہیں؟ اسلئے کہ ضروری چیز تو ہر وقت ضروری ہوتی ہے، پانی کی ضرورت آدمی کو ہمیشہ پڑتی ہے تو پانی کی ٹنکی آپ کی گرمی ہی کے زمانہ میں بھری جاتی ہے؟ اور سردی میں تو چھوڑئے برسات میں نہیں بھرتے؟ جبکہ وہ اتنا ضروری نہیں ہے جتنا ضروری ہمارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات اور کمالات کا پیش نظر رکھنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا تذکرہ

تو سنئے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، اے نبی، بے شک ہم نے آپ کو گواہ اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا، ڈرانے والا سے مراد یہ ہے کہ وارننگ دینے والا، ڈنڈا لے کر ڈرانے والا نہیں، ڈرانا دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ڈنڈا لے کر ڈرایا۔ ہٹو نہیں تو ماریں گے۔ اور یہ ایک کہ یہ کہا کہ ہٹ جاؤ نہیں تو آگ میں جل جاؤ گے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ڈرانے والے ہیں یہ دوسری قسم کا ہے، عربی زبان میں نذیر کا لفظ اسی کے لئے آتا ہے۔ اور اللہ کی طرف اللہ ہی کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔ پانچ صفات کا ذکر ہے، گواہ، خوشخبری سنانے والا، ڈرانے والا، اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن چراغ فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

چراغ کی ضرورت کب پڑتی ہے؟

یہ آیت اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نازل فرمائی جس کو چودہ سو سال سے زائد عرصہ ہو گیا، یہ چودہ سو چھبیس ہے۔ آپ کو چراغ کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ جب اندھیرا ہو گیا ہو، گواہ کی ضرورت کب پڑتی ہے جب معاملہ پھنس گیا ہو، خوشخبری سنانے کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ جب لوگ کسی بات کو مان رہے ہوں لیکن عمل میں سست پڑ گئے ہوں، ڈرانے کی، وارننگ کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ جب لوگ مان رہے ہوں لیکن بیباک اور ڈھیٹ بھی ہو گئے ہوں، اللہ تعالیٰ کی

طرف دعوت دینے کی ضرورت کب پڑتی ہے؟ جب لوگ اللہ تعالی کی دعوت کو چھوڑ کر دنیا کی دعوت میں جٹ گئے ہوں تبھی ضرورت پڑتی ہے۔تو معلوم ہوا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت اس کی ضرورت تھی اسلئے کہ اللہ کے کلام میں کوئی بات بلاضرورت نہیں نازل ہوئی ہے،اور قرآن مجید کی ہر آیت قیامت تک کے لئے ہے لیکن حالات کا موازنہ کیجئے ،تقابل کیجئے تو پتہ یہ چلتا ہے کہ جتنا اور جس حدتک ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کی سیرت اور حالات کے انوار و برکات کی ضرورت اُس وقت تھی اس سے کچھ کم اِس وقت نہیں ہے۔

ایران کے گورنر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک وقت وہ تھا کہ جب حضرت سلمان رضی اللہ تعالی عنہ کو ایران کا گورنر بنا کر بھیجا گیا اور وہاں سرداران ایران کے ساتھ کھانا کھاتے وقت لقمہ گر گیا تو انھوں نے اس کو اٹھا کر کھالیا۔وہاں کے رؤوسا اور وہاں کے بڑے بڑے لوگ، وہاں کے وی آئی پی سب بیٹھے تھے۔بغل میں جو صاحب بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے ٹوکا،ارے یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ ایران میں بیٹھے ہیں۔جیسے آج ہم لوگوں کا حال ہوگیا ہے کہ آپ امریکہ میں آئے ہیں، یہاں امریکہ کی طرح رہئے ،مکہ مدینہ کی طرح کیوں رہتے ہیں۔وہی بات کہنے والے نے کہی تھی صحابی رسول سے کہ آپ ایران میں بیٹھے ہیں، یہ مکہ مدینہ نہیں کہ لقمہ زمین پر گر گیا تو اس کو اٹھا کر کھالیجئے۔انھوں نے کہا،آں، میں ان اہل دنیا کی وجہ سے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کردوں گا؟ یہ بات صرف عقلی تعلق اور عقلی محبت سے نہیں پیدا ہوتی ، یہ بات اور پیروی کا یہ جذبہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب تعلق اور وابستگی جذباتی ہو جائے ،فطرت کا تقاضا بن جائے ،طبیعت ثانیہ بن جائے تب یہ بات پیدا ہوتی ہے،ایک وقت وہ تھا۔اور ایک وقت یہ ہے کہ آج اللہ کے رسول،اللہ کے وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ذات کا عالم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں ان سے بڑھ کر کسی کو پیدا نہیں کیا ہے اور یہ میں کوئی صرف عقیدت مندی میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ یہاں پر سب معتقدین کا مجمع بیٹھا ہے، غیروں نے اس بات کی شہادت دی ہے ولیم جیمس نے لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا وہ شخص ہیں کہ جن کی زندگی کے تمام واقعات،حالات،تفصیلات ظاہری و باطنی ، بیرونی واندرونی جس قدر تفصیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں دنیا میں کسی اور کے حالات اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں پائے جاتے۔

آپؐ کے اعمال ظاہری و باطنی لوگوں کیلئے قابل نمونہ ہے

آپ نے تو جو کچھ گھر میں کیا اس کو باہر آ کر علی الاعلان کہہ دیا، اس لئے کہ آپ عیب سے بری اور پاک تھے اور آپ گھر کے اندر بھی جو کچھ کر رہے تھے تاریکی میں بھی جو کچھ کر رہے تھے وہ لوگوں کے لئے قابل نمونہ تھا، بلکہ ان میں سے بعض وہ تھا جو لوگوں کے لئے تھا ہی نہیں، لوگوں کو آپ کو منع کرنا پڑا کہ یہ تم نہ کرو، یہ صرف میرے ہی لئے ہے، یہ تمہارے بس کا نہیں ہے، نیکی کی راہ میں اور فضل و کمال کے طریق پر آپ نے اندھیروں میں، تاریکیوں میں، تنہائیوں میں وہ بھی کیا جو صرف آپ ہی کے کرنے کا تھا، آپ کو تو لوگوں کو منع کرنا پڑا، زندگی کی تفصیلات تو اس کی نہیں آتیں جس نے اچھا بھی کیا اور برا بھی کیا، اور ہمارے آقا سردارِ دوجہاں، سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ کے علاوہ کوئی ذات ایسی نہیں ہے کہ جو عصمت اور معصومیت کے اس مقام پر فائز ہو۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ مفصل سب کے سامنے موجود ہے، یہاں اسلام میں کوئی ایسی کوئی کتاب اور ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کو چھپا کر رکھا جائے، جس کو بند کر کے رکھا جائے۔ اس وقت یہودیت جو دنیا پر اسی طرح مسلط ہوگئی ہے جیسے ابلیس مسلط ہو گیا ہے تو انھوں نے جو اپنے قوانین اور ضوابط کی کتاب، اپنا پروٹوکول بنایا اس کو اس طرح چھپا کر رکھا ہے اس طرح چھپا کر رکھا ہے کہ بلی اپنا پاخانہ بھی اس طرح چھپا کر نہیں رکھتی، دنیا کے سامنے اس کا نسخہ موجود نہیں ہے وہ تو کچھ اوراق ادھر ادھر سے مل گئے تو اخبارات میں آ گئے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ سب کچھ عیاں ہونا چاہئے جو کچھ کرو سب ظاہر ہونا چاہئے خود ان کے اصول کی جو کتاب ہے تلمود کو سامنے رکھ کر جو انھوں نے بنایا ہے اسکے نسخے یہودیوں کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہیں، یہودیوں میں بھی سب کے پاس نہیں ہے ان کے جو اخص الخواص ہیں ان کے پاس ہے، کیوں؟ جب اس میں سب کچھ حق ہی حق ہے سارا کا سارا فضائل و کمالات ہی ہیں تو اس کو سامنے لاؤنا، یہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال اور آپ کی تعلیمات کا فضل و کمال ہے کہ ایک ایک چیز باہر ہے، کوئی چیز راز میں نہیں ہے۔

مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اجمالاً اور تفصیلاً سب بالکل سامنے ہے، اس لئے کہ اندر

بھی اس سے بڑھ کر تھا جو باہر تھا ایک مثال دے ہی دوں نہیں تو کچھ لوگوں کو یہ بات کھٹک رہی ہوگی۔ بعض اوقات ایسا ہی ہوتا کہ آپ روزہ رکھتے اور روزہ پر روزہ رکھ رہے ہیں، روزوں پر روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ افطار ہی نہیں کرتے، سحری بھی نہیں کھاتے، یہ نہ سمجھئے گا کہ سات انتڑی بھر کے روزے پر روزہ رکھ رہے ہیں، ایسے تو ہم بھی رکھتے ہیں ایک مہینہ۔ جی نہیں، افطار بھی نہیں کرتے ہیں، سحری بھی نہیں کرتے ہیں، روزہ پر روزہ رکھ رہے ہیں۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو معلوم ہوا تو انھوں نے بھی رکھنا شروع کردیا، پوچھا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے بلایا دریافت فرمایا، جب انھوں نے اقرار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور فرمایا:

''**ایُّکُم مِثْلِي ، یُطعِمُنِي رَبّي و یَسقِیْنِي**'' (تم میں سے کون میری طرح ہے؟ مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے) (بخاری، کتاب الصیام، باب التنکیل لمن أکثر الوصال: ۱۹۶۵)

تم ہر چیز میں میری ریس نہ کرو جو نمونہ ہوتا ہے تو نمونہ کو کچھ اعلیٰ رہنا ہی پڑے گا، تبھی تو وہ نمونہ بنے گا نا اگر تم روزہ ہی رکھنا چاہتے ہو تو یہ کرلو کہ ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرلو، ایک دن روزہ رکھ لو اور ایک دن چھوڑ دو۔ تمہارے لئے تو یہ ہے، اور وہ تو ہمارے لئے ہے۔

اے نبی ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے

''**یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ**'' اے نبی، ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے، کس بات کا گواہ بنا کر بھیجا ہے؟ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کی پیشی ہوگی، تمام انبیاء کی پیشی ہوگی، اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ آپ نے اپنی قوم کو تبلیغ کردی تھی؟ وہ کہیں گے کہ اے اللہ، میں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی، دعوت دی۔ نہیں مانے وہ، مشہور واقعہ ہے کہ ساڑھے نو سو سال تک آپ یہی کام کرتے رہے۔ قوم کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے کہ انھوں نے کبھی کچھ کہا ہی نہیں۔ اب معاملہ پھنسا، اب مقدمہ کی شکل بن گئی، گواہ لائیے، تو نوح علیہ السلام امت محمدیہ کو گواہی میں پیش کریں گے۔

امت محمدیہ کون ہیں؟

امت محمدیہ کون ہیں؟ جانتے ہیں آپ کہ امت محمدیہ کون ہیں؟ کیا صرف صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، علی مرتضیٰؓ، سلمانؓ وابوذرؓ، عمارؓ و یاسرؓ و بلالؓ، یہی لوگ ہیں امت محمدیہ؟ یہ آپ حضرات

جوتشریف رکھتے ہیں یہ امت محمدیہ نہیں ہیں؟

امت محمدیہ گواہی کے لئے پیش ہوگی

تو حضرت نوح علیہ السلام امت محمدیہ کو گواہی کے لئے پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے ان سے پوچھ لیجئے، بلائی جائے گی امت اور گواہی دے گی۔ اب نوح علیہ السلام کی قوم کہے گی کہ یا اللہ ان کی گواہی معتبر نہیں ہے، گواہ وہ بنتا ہے جس نے دیکھا ہو اور یہ تو ہمارے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارے زمانے کے بہت بعد میں پیدا ہوئے ہیں، نہ ہم نے ان کو دیکھا اور نہ انھوں نے ہم کو دیکھا تو ان کی گواہی کیسے مانی جائے گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہاں بھائی بتلایئے آپ لوگوں نے گواہی کیسے دی؟ امت محمدیہ کہے گی کہ اے اللہ، ہم نے گواہی اس لئے دی کہ آپ کے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بات بتلائی تھی کہ نوح پیغمبر آئے تھے انھوں نے اپنی امت کو دعوت دی تھی، اس لئے ہم نے اس بات کی گواہی دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایسی معتبر اللہ کی بارگاہ میں ہے، اور یہ حدیث کوئی ایسی نہیں ہے کہ موضوع حدیث ہے بلکہ یہ حدیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ اسی بناء پر اس امت کی گواہی تسلیم کرلی جائے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا تھا وہ آپ کے نبی اور آپ کے پیغمبر تھے اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد قرار دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہمارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں

اور سنئے بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے اعمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روزانہ صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں۔ اب اگر اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں اور اگر ہمیں اللہ کے رسول کی ذات سے شرم وحیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دن رات ہم گناہوں میں لت پت ہیں۔ جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہفتہ میں کم از کم ایک بار ضرور محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہمارے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ہمارے اعمال برے ہوئے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج اور تکلیف پہنچے گی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تکلیف پہنچے تو آپ بتایئے اس وقت ہماری شقاوت اور بدبختی کا کیا حال ہوگا؟

ہمارے ایک ایک اعمال پر اللہ کے رسول کو گواہ بنایا جارہا ہے

ہمارے ایک ایک عمل پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنایا جارہا ہے، اللہ نہ کرے اور اللہ نہ کرے کہ اگر کل ہماری بداعمالی کی گواہی میں نبی رحمۃ للعالمین کھڑے ہوگئے تو اس وقت ہمارا کیا حشر ہوگا؟ چنانچہ ارشاد ہے کہ اے نبی، ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے، اور قرآن میں اس بات کو نازل کرکے امت کو بتلا بھی دیا گیا کہ یہ نبی صرف یہ نہیں کہ دعوت دے کر فارغ ہوگئے بلکہ یہ تمہارے گواہ بھی ہیں۔

خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے

''ومبشراً'' اور آپ کو ہم نے خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی کو بھیجا اور بھلائیوں کا حکم دینے والا اور برائیوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا تو اس کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ دیکھئے، آپ خوشخبری سنا دیجئے کہ جب تم مومن ہو جاؤ گے، جب تم نیک کام کرنے والے ہو جاؤ گے، اعمال صالحہ کرنے والے ہو جاؤ گے تو ہم تمہیں خوشخبری سناتے ہیں کس کی؟

''جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهار'' اور کیا کیا تعریف کی ہے اسکی تفصیل میں نہیں جاؤں گا نہیں تو دیر لگی گے، باغات میں نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، محلات ہیں، اور جو کچھ آپ چاہیں گے وہ وہاں مل جائے گا۔

آپ ﷺ وارننگ دینے والے بنا کر بھیجے گئے

''نذیراً'' اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے یعنی آپ وارننگ دیتے ہیں کہ دیکھو اس سے بچتے رہنا، ادھر مت جانا، ورنہ ادھر آگ کی کھائی ہے اور آگ کی کھائی میں بڑے بڑے عذاب کے سامان ہیں۔ فرماتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی میری مثال اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ ایک شخص ہے، الاؤ روشن کر رکھا ہے اور یہ پروانے جس طرح چراغ پر ٹوٹے پڑتے ہیں کہ کوئی انہیں روک رہا ہے وہ رکتے نہیں ہیں۔ ایسے ہی ایک آگ کا الاؤ جل رہا ہے اور تم ہو کہ اس میں گھسے جارہے ہو اسی طرح جس طرح شمع کے اندر پروانے گرے پڑ رہے ہیں تم اسی طرح اس میں گھسے پڑ رہے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں کھینچ رہا ہوں لیکن تم مانتے نہیں ہو، چلے جارہے ہو۔

اگر شرک کروگے، کفر کروگے، برے کام کروگے تو......

''نذیراً'' ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے کہ اگر برے کام کروگے، ایمان نہ لاؤ گے شرک اور کفر

اختیار کرو گے عادات تمہارے نبی کی تعلیم کے خلاف ہوں گی تو پھر آگ ہے، جہنم ہے جس میں عذاب کے اسباب اور سامان ایسے ایسے موجود ہیں کہ جیسے جنت کی نعمتوں کا تصور نہیں کر سکتے ہیں ایسے ہی ہم اس عذاب کے جو سامان موجود ہیں ان کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے چنانچہ جہنم کے سلسلہ میں ''زقوم'' کا لفظ آیا ہے اور زقوم کا ترجمہ وہ تھوڑے ہی ہے جو ہم لوگ کر دیتے ہیں یہ تو محض تمثیل کے لئے ہے ورنہ تو اس کی حقیقت کا مشاہدہ تو وہیں جا کر ہوگا۔ اس لئے کہ ہم ان باتوں کو پیش نظر رکھیں تب ہم برائیوں سے بچ پائیں گے ورنہ ہم برائیوں سے نہیں بچ پائیں گے۔

اللہ کی طرف اللہ ہی کے حکم سے دعوت دینے والے ہیں

اور پھر ''داعیاً الی اللہ'' اللہ کی طرف اللہ ہی کے حکم سے دعوت دینے والے ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ کے حکم کے بغیر اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی دعوت دیتا ہے تو وہ دعوت معتبر نہیں ہے اس لئے کہ وہ دعوت تو گمراہی کی طرف ہوگی۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بغیر اذن الٰہی دعوت دی تو اسکی دعوت ضلالت اور گمراہی کی طرف لوٹ گئی، تو دعوت الی اللہ باذن اللہ ہونا چاہئے۔ آپ کا یہ مقام ہے کہ آپ اللہ کی اجازت اور اسی کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے کے لئے تشریف لائے ہیں۔

چراغ بڑا ہوتا ہے کہ سورج؟

''وسراجاً منیراً'' آپ کو روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ چراغ بڑا ہوتا ہے کہ سورج؟ سورج۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورج کیوں نہیں کہا؟ چراغ کیوں کہہ دیا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو؟

کسی کو ضرورت پڑ جائے تو سورج سے روشنی حاصل کر سکتا ہے؟

کسی نے دیکھا ہے کہ ایک سورج سے دوسرا سورج جلتا ہو، کسی کو روشنی کی ضرورت پڑ جائے تو سورج سے جا کر روشنی حاصل کر سکتا ہے فرق ہے۔ خوب سمجھ لیجئے، ہوسکتا ہے کہ کوئی سائنٹسٹ صاحب بیٹھے ہوں، تقریر کے بعد ہم کو بتانے لگیں کہ چاند کی روشنی سورج ہی سے ہوتی ہے، اتنا تو ہم نے بھی پڑھا ہے۔ لیکن فرق ہے جب سورج چاند کو روشن کرتا ہے تب چاند روشن ہوتا ہے چاند جب چاہے خود سے روشن نہیں ہو پائے گا لیکن چراغ کی خصوصیت یہ ہے کہ جو بھی اور جب بھی چراغ سے روشنی حاصل کرنا چاہے وہ چراغ سے استفادہ کر سکتا ہے۔

ان کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی رحمۃ للعالمینی اور آپ کے فضل عام کی کیفیت اور اس کا حال یہ ہے کہ آپ صرف اسی کو نہیں نوازتے ہیں جس پر آپ کرم فرمائیں بلکہ آپ کا کرم جو لینا چاہے آپ کی خدمت میں آکر جو استفادہ کرنا چاہئے وہ فائدہ حاصل کرلے ؂

ان کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی گر تو کسی قابل ہوتا

اگر ان کے دامن کے سایہ میں جھک پڑا ہوتا اور ارادہ کرلیتا ان سے فیض حاصل کرلینے کا تو فیض حاصل ہوجاتا، یہ صفت سورج کی نہیں ہے۔ یہ صفت چراغ کی ہے کہ جو چاہے چراغ سے روشنی حاصل کرلے، جو چاہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ نبوت سے آپ کے انوار نبوت سے فیض حاصل کرلے......لیکن آپ اپنے قلب اطہر اور اپنے دل اقدس کے لحاظ سے بھی روشن چراغ ہیں آپ کا قلب اور آپ کا مبارک دل چراغ کی طرح روشن ہے، پر انوار ہے، تو اپنے دل کو ایسا بنا لیجئے کہ انوار نبوت کا عکس اس کے اوپر پڑنے لگے۔

علمِ نبوت اور چیز ہے اور نورِ نبوت اور چیز ہے

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رحمۃ اللہ علیہ ماضی قریب میں ایک بزرگ گذرے ہیں۔ وہ ایک بات کہتے تھے اور علماء اور طلبہ اور باہر سے آنے والے وفود کو خاص طور سے کہتے تھے کہ علم نبوت اور چیز ہے اور نور نبوت اور چیز ہے۔ علم اور چیز ہے ہوسکتا ہے کہ اسلامیات کے اوپر علم رکھنے والا ایک غیر مسلم زیادہ اچھی تقریر کردے اور یہ ہو رہا ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ ایک بے نمازی جو بالکل نماز نہیں پڑھتا وہ نماز پڑھنے کا طریقہ اور اس کی ترکیب اس شخص سے زیادہ اچھی بیان کردے جو دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہے، یہ ہے علم نبوت۔

اور نور نبوت۔ دیکھئے واقعہ ہے کہ ایران کے گورنر ہیں لیکن اللہ کے رسول کے صحابی ہیں، جب لقمہ گرجاتا ہے تو اس کو اٹھا کر کھا جاتے ہیں، روکنے پر فرماتے ہیں کہ میں اپنے حبیب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ان کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ علم نبوت کی تاثیر نہیں ہے بلکہ یہ نور نبوت کی تاثیر ہے کہ

اللہ کے رسول کا قلب سراج منیر ہے، وہ روشن چراغ ہے انھوں نے اپنے دل کو اس کے نور سے روشن کیا ہے۔ اپنے دل کو گرمی رسول اللہ کی چراغ سے پہنچائی ہے، اسی وجہ سے ان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ آج کمی اسی کی ہے تقریر کرنے والے ایک سے ایک ملیں گے، ایک سے ایک بولنے والے ملیں گے، اسلامیات کے اوپر، دینی موضوعات کے اوپر، لیکن زندگی کا یہ پہلو نا پید ہے۔ میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ دیکھئے یہ ایک صحابی رسول ہیں جنھوں نے سوائے مدرسہ صفہ کے اور کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔

علم نبوت تو حاصل ہے مگر نور نبوت نہیں ہے

اور ایک یہ ہے کہ اس وقت دنیائے اسلام میں اسلامیات کا سب سے بڑا ادارہ اور اسلامی علوم وفنون کی سب سے بڑی یونیورسٹی مصر میں ہے جامع ازہر اور جامع ازہر کا شیخ جو شیخ الازہر کہلاتا ہے ظاہر ہے کہ جب اسلامیات کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے تو وہاں کا شیخ الازہر جو چانسلر ہے، وائس چانسلر نہیں چانسلر ہے اس کا کیا مقام ہوگا علمی نقطہ نظر سے، اور اگر سیاسی نقطہ نظر سے بات ہے تو مصر میں پریسیڈنٹ کے بعد پروٹوکول میں دوسرا نمبر اس کا ہوتا ہے، سیاسی حیثیت بھی اس کی یہ ہے۔ تو علم میں کتنا بڑا ہوگا وہ آدمی۔ ظاہر بات ہے کہ ایسا ویسا تو نہیں ہوگا وہ، لیکن نہیں، جب یہودیوں نے بدمعاشی کی اور نبی اکرم سرور کائنات محبوب رب العالمین امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نہایت کریہہ بدتمیزی اور گستاخی کی اور کارٹون بنایا جس سے ساری دنیا کے مسلمانوں کے اندر ایک اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئی تو اس وقت اس شیخ الازہر نے یہ بیان دیا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے وہ انتقال کر گئے ہیں۔ اسلام کا اتنا بڑا عالم ہے وہ کہ سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی کا وہ شیخ ہے لیکن وہ یہ بیان دے رہا ہے کیونکہ اسے علم نبوت تو حاصل ہے لیکن نور نبوت حاصل نہیں ہے، سراج منیر کی جو کیفیت ہے اس سے اس نے فیض نہیں حاصل کیا۔

صرف علم نبوت کافی نہیں ہے

جنھوں نے نور نبوت سے فیض حاصل کر لیا تھا ان کا دل سراج منیر کی روشنی سے روشن ہو چکا تھا، انھوں نے ایک لقمہ جو زمین پر گر گیا تھا اس کو مخالفین کے درمیان سے اٹھا کر کھا لیا تھا، شرم نہیں محسوس کی۔ اور یہ کتنا بڑا علم کا مدعی ہے اور مسلمان ہی ملک میں انہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اتنی بڑی کرسی پر

بیٹھا ہوا ہے اور یہ کہہ رہا ہے۔ تو آپ بتائیے کہ کیا وہ علم کافی ہو جائے گا؟ کیا صرف علم کافی ہو جائے گا؟

عشق محمدی کی گرمی پرتو ہے عشق الٰہی کی گرمی کا

اور سنئے جناب، چراغ جلتی ہے آگ سے اور آگ میں ہوتی ہے گرمی جب روشنی ہوگی تو گرمی بھی آئے گی، جب یہ گرمی پیدا ہوگی تو وہ عشق کی گرمی ہوگی، اور عشق محمدی کی گرمی پرتو ہے عشق الٰہی کی گرمی کا۔ اور جب محبت الٰہی اور محبت محمدی علیہ الصلاۃ والسلام کا پرتو اور اس کی گرمی پہنچے گی تو زندگی کا وہ رخ ہوگا کہ آدمی چاہے امریکہ میں وہائٹ ہاؤس میں بیٹھا ہوا ہو اور چاہے لندن کے گورنر ہاؤس میں بیٹھا ہوا ہو، چاہے جہاں ہو، وہاں پر بیٹھ کر وہ سب سے اونچی چیز جو دیکھے گا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوگی، وہ ٹوپی ایسی ہی ٹوپی ہے کہ اس کو لگانے کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا سب کوتاہ اور چھوٹے نظر آتے ہیں۔ لیکن اس ٹوپی کو آپ لگائیے تو، آپ وہ گرمی اپنے دل میں پہنچائیے تو، محض جان لینے سے ہدایت نہیں ملتی ہے جب تک دل کو گرم نہ کیا جائے ۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے   مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اگر واقعی ہمیں ہدایت حاصل کرنا ہے واقعی ہمیں عزت کا مقام حاصل کرنا ہے، واقعی ہمیں سربلندی حاصل کرنی ہے تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ ہم کو حقیقت کا آئینہ لگانا پڑے گا۔

علم وفن کا پہاڑ ہے لیکن..........

ذرا فرق ملاحظہ فرمالیں کہ جب سراج منیر سے دل روشن ہوتا ہے تو جذبہ وہ پیدا ہوتا کہ جب ایک لقمہ گرتا ہے تو اس لقمہ کی قدر نہیں ہے بلکہ قدر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور جب دل الفاظ کی دنیا میں گھرا ہوتا ہے اور لفظوں کی خاردار وادی میں الجھا ہوا ہوتا ہے تو یہ ہوتا ہے کہ صدارت کے قریب کی کرسی پر بیٹھا ہوا اور علم وفن کا پہاڑ بنا ہوا ہے لیکن اس کے دل میں اپنے ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کو سن کر ذرا بھی بے تابی اور بے چینی نہیں پیدا ہوتی، یہ حال ہمارا رفتہ رفتہ ہوا ہے۔ اور یہ غریب طبقہ جو اعمال میں بالکل نکمے اور بہت خراب ہو گئے ہیں، اعمال اتنے خراب ہیں کہ آپ استنجاء کرتے ہیں اور وہ استنجاء بھی نہیں کرتے، آپ کے کپڑے پاک رہتے ہیں اور ان کے کپڑے بھی ناپاک رہتے ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ عقیدت میں اور محبت میں اتنے خراب نہیں ہوئے ہیں جتنے ہم خراب ہو گئے ہیں۔

ہمارے آقا کی جوتی کا تسمہ اگر نظام کے تاج........

ابھی کچھ ہی دنوں کی تو بات ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر تھے اور ابھی جو سعودیہ سے لمبے سائز والے قرآن کریم تقسیم ہوئے ہیں اس پر جو حاشیہ ہے وہ انہیں کا لکھا ہوا ہے جو پرانے حضرات موجود ہیں وہ جانتے ہیں کہ نظام حیدرا باد کا کیا جلال اور کیا شان و شوکت تھی۔ اور آخر میں جو نظام تھے میر عثمان علی خان وہ کس مزاج کے تھے، واقعہ لکھا ہوا ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ انہیں کے مجلس خانہ میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر فرما رہے تھے اس مجلس میں نظام بھی موجود تھے اور حضرت سیرت پر تقریر فرما رہے تھے میں یہی تو عرض کر رہا ہوں کہ آج جو بات مٹی ہے وہ یہی تو مٹی ہے کہ آج ہمارا ذہن تو کچھ بڑھا ہے لیکن ہمارا دل کمزور ہو گیا ہے وہ جو جذباتی عقیدت مطلوب ہے وہ عقل کے دھارے میں بہہ گئی ہے یہاں عقل کے اوپر عشق کو غالب کرنا پڑے گا، تقریر کے درمیان حضرت مولانا کو جوش آ گیا جب جوش آ گیا تو فرمایا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا یہ حال ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کا تسمہ نظام کے تاج میں رکھدیا جائے تو ان کے تاج کا وقار بڑھ جائے گا، نظام بیٹھے ہوئے تھے، نظام حیدرا باد میر عثمان علی خان نے جب یہ سنا تو ان کی عجیب کیفیت ہوگئی اور ان کے اوپر حال طاری ہو گیا اور کہنے لگے حضرت مولانا آپ بالکل صحیح فرما رہے ہیں کہ اگر میرے آقا کی جوتی کا تسمہ میرے تاج کو نصیب ہو جائے تو اس کی قیمت بڑھ جائے۔

دیکھا آپ نے یہ عشق ہے یہ ایک طبعی اور جذباتی محبت ہے جسے کہتے ہیں کہ ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق — اور عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

مسلمان بننا ہے تمہیں تو سب کچھ مٹا کر مجھے محبوب بنانا پڑے گا

عقل ابھی سوچ رہی تھی کہ کودیں کہ نہ کودیں۔ ہو سکتا ہے جل ہی جائیں، کیا ہو کیا نہ ہو۔ لیکن عشق، عشق تو کود پڑا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو تعلق اور جو محبت مطلوب ہے وہ جذباتی تعلق اور لگاؤ مطلوب ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں اور یہ ہر ایک کہہ بھی نہیں سکتا ہے اور یہ آپ ہی کو حق تھا کہ آپ نے کہا اس لئے کہ آپ ہی ایسے تھے ظاہر میں، باطن میں، اخلاق میں، کردار میں، گفتار میں، رفتار میں، تعلیم میں، فضائل میں، کمالات میں، احسانات میں، انعامات میں آپ ہی ایسے تھے جو یہ کہہ سکتے تھے:

''لَا یُؤْمِن اَحَدکُم حَتّی أَکُوْن اَحَبَّ اِلَیْه مِن وَّالِدِه وَوَلَدِه وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن''

مسلمان بننا ہے تمہیں تو سب کچھ مٹا کر مجھے محبوب بنانا پڑے گا، تم میں سے کوئی مومن کامل ہو نہیں سکتا یہاں تک کہ میں اس کے باپ، اس کے بیٹے اور اس کے تمام تعلق والوں سے زیادہ اس کی نظر میں محبوب ہو جاؤں ۔ مسلمان بننا ہے تو پہلے مجھے محبوب بنانا پڑے گا، ہے کسی کے اندر یہ ہمت کہ یہ کہہ دے کہ مجھے محبوب بنالو؟ یہ آقا ہی کی بات ہے، اس لئے کہ آقا ہمارے ایسے ہی تھے ۔

آفاقہا گردیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام		مہر بتاں ورزیدہ ام ولیکن تو چیزے دیگری

جب انھوں نے انوار محمدی کو دیکھا تو عقل کو گواہ بنا کر پڑھ دیا اشہدان لا...

دنیا گھوما پھرا ہوں، بہت سے محبوبوں کو دیکھا ہے چنانچہ آج بھی جب آپ جایئے اور یوروپ کا معائنہ کیجئے اور امریکہ اور اسکے ملحقات کو دیکھئے کہ جنھوں نے بہت سے محبوبوں کو آزمایا، انھوں نے بہت سے مذاہب کا مطالعہ کیا، یہ مذہب بھی دیکھا، وہ مذہب بھی دیکھا، جین مذہب بھی دیکھا، ہندو مذہب بھی دیکھا، عیسائی مذہب کو بھی دیکھا، یہودی مذہب کو بھی دیکھا، دنیا کے تمام ادیان و مذاہب کو دیکھا مگر کہیں ان کو تسلی نہیں ہوئی، لیکن جب انھوں نے رخ انور محمدی کو دیکھا اور اسلام کے حسن و جمال کو دیکھا، اللہ کے کلام کا مطالعہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو دیکھا تو انھوں نے کہا، ہاں یہ ہے محبوب اور انھوں نے سمجھ بوجھ کر، پڑھ لکھ کر، عقل کو گواہ بنا کر پڑھ لیا:

''اَشْهَدُ اَن لَّآ اِلٰه اِلَّا اللّٰه وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْله'' اور اس طرح انھوں نے اپنے دل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ تو جو ایسا ہے اس نے یہ دعوی کیا ہے کہ اگر سر بلندی چاہتے ہو، خیریت چاہتے ہو تو مجھے محبوب بناؤ اور جب مجھے محبوب بناؤ گے تو.... مولانا روم فرماتے ہیں ۔

از محبت تلخہا شیریں شود		وز محبت مسہا زریں شود

محبت سے کڑوی چیز بھی میٹھی ہو جاتی ہے

محبت سے کڑوی چیز بھی میٹھی ہو جاتی ہے، آج کل فیشن کی اتنی محبت ہو گئی ہے، اتنی محبت ہو گئی ہے کہ اچھا خاصا شربت جو دل و دماغ کو ترو تازگی بخش دیتا ہے اس کو چھوڑ کر ایسے کوکوکولا اور پیپسی کی طرف جا رہے ہیں کہ جس سے حلق بھی جل جائے اور ناک بھی بند ہو جائے اور بسا اوقات اگر زیادہ نا

زک مزاج آدمی ہو تو آنکھوں سے آنسو بھی نکل آئے، یہ فیشن ہی کی محبت تو ہے نا؟ ع

از محبت تلخہا شیریں شود

محبت سے کڑوی چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں اور محبت سے تانبا سونا بن جاتا ہے تانبا ہے وہ بھی سونا بن جاتا ہے محبت سے، جب محبت ہوگی تو یہ شکوہ شکایت جو رہتی ہے کہ یہ چیز اب نہیں چل سکتی، اور یہ اس زمانے میں اب کہاں چل سکتا ہے یہ شکایت حکایت نہ ہوگی، یہ باتیں محبت کی کمی کی ہیں۔

اے عمر، اب تم کامل ایمان والے ہوئے

جو حدیث میں نے آپ کے سامنے پڑھی جب یہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی تو حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے، بخاری کی روایت ہے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول، میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب پاتا ہوں لیکن اپنی جان سے زیادہ محبوب نہیں پاتا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ایمان مکمل نہیں ہوا ہے، تھوڑی ہی دیر میں حضرت عمر نے فرمایا کہ نہیں حضور، میں تو اب آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب پاتا ہوں، تو آپ نے فرمایا کہ اے عمر، اب تم کامل ایمان والے ہو گئے۔ یہاں پر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اتنی جلدی اتنا بڑا یہ سفر کیسے طے کر لیا؟

شارحین حدیث نے اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے بڑی اچھی بات کہی انھوں نے کہا کہ بات یہ نہیں ہے کہ یہ بات اتنی جلدی ان کے اندر پیدا ہو گئی تھی، بلکہ پہلے سے موجود تھی لیکن انھوں نے غور نہیں فرمایا تھا۔ اتنی دیر میں انھوں نے جو غور کیا کہ اگر ابھی بات ناموس رسالت کی آ جائے تو میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کروں گا، میں آپ کی ذات گرامی کے اوپر اپنی جان قربان کر دوں گا، نچھاور کر دوں گا، تو یہ بات حق ہے کہ ہم آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ آپ کو محبوب رکھتے ہیں۔

تو جب اس طرح کا جذباتی لگاؤ ہوتا ہے تب جا کر عمل کے اندر وہ بات پیدا ہوتی ہے کہ ہر چیز میں اتباع سنت دیکھتا ہے اور جب یہ بات پیدا ہو جائے پڑھے لکھے لوگوں میں، سربرآوردہ طبقے میں، وہ لوگ جو اثر و رسوخ رکھتے ہیں ان کے اندر یہ بات پیدا ہو جائے تو پھر یہ جو نچلا طبقہ ہے جو تابع ہوتا ہے وہ تو خود بخود اس راہ پر اصلاح پذیر ہو جائیں گے۔

اس لئے ضرورت ہے اس بات کی کہ یہ سمجھدار طبقہ اپنے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ کی سیرت سے ایسا تعلق اور ایسی محبت پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ ہماری زندگی میں کوئی خوشگوار اور اچھی تبدیلی پیدا ہو، محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اقبال مرحوم نے اسی کو کہا ہے ؎

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے — دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کردے

اور دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اجالا ہوگا تب ہی اس دنیا کا بھی کام بنے گا۔ چنانچہ آگے کہتے ہیں ؎

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے — نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

نور توحید کی تکمیل بھی اسی طرح ہوسکتی ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور ان کی پیروی کو اپنی زندگی کے لئے ناگزیر قرار دیدیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائیں، سارے عالم اسلامی بلکہ ساری دنیا ہی بڑے فساد کی آماجگاہ بلکہ خطرات کے موڑ پر پہنچی ہوئی ہے، اے اللہ تیری ہی قدرت اور تیرے ہی بس میں یہ ہے کہ اے اللہ، اس فساد کو سارے عالم سے بچا کر یہاں صلاح اور اصلاح کی سرد اور ٹھنڈی ہوا چلا دے، اے اللہ مدارس اسلامیہ، مراکز اسلامیہ کی حفاظت، نصرت اور ان کی مدد و اعانت فرما، اے اللہ، خاص طور سے ہمارے ملک کو بھی امن و امان اور عافیت کا گہوارہ بنادے، اے اللہ، ہمارے اس جلسہ کو قبول فرمالے۔

رَبَّنَـا آتِـنَـا فِـی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّار ، یَا حَیُّ یَا قَیُّـوْمُ بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِیْثُ یَا ذَا الْجَلَال وَ الْاِکْرَام یَا ذَالْجَلَال وَ الْاِکْرَام یَا ذَا الْجَلَال وَ الْاِکْـرَام، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم وَ صَلَّی اللّٰه تَعَالیٰ عَلَی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍو آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن.

❁

سیریز (۲۶)

امُّ المومنین
حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسری خاتون ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا اور انہیں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہ سے نبوت کے دسویں سال نکاح فرمایا۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا آپ بوڑھی ہو چلی تھیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی سکران بن عمرو کے ساتھ ہوئی تھی جو سہیل بن عمرو العامری کے بھائی تھے۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا شمار ''السابقون الاولون'' میں ہوتا ہے، یہ وہ حضرات تھے جنھوں نے اسلام کو اس کے بتدائی دنوں میں قبول کیا اور سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی شہادت دی۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ کے خاندان کے بیشتر حضرات دائرہ اسلام میں داخل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ کم وبیش تین سال تک اکیلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں رہیں، اس عرصہ میں کوئی اور زوجہ مطہرہ آپ کے یہاں نہیں تھیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ان چھ امہات المومنین میں سے ایک ہیں جن کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔

نسب نامہ:

حضرت سودہ کا نام سودہ، ام اسود آپ کی کنیت ہے، والد کا نام زمعہ ہے اور والدہ کا نام شموس ہے۔ قبیلہ قریش سے تعلق ہے، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نسب نویں سلسلہ ''لوی'' میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے، سلسلہ نسب اس طرح ہے:

''سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی''۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی والدہ مکرمہ

والدہ محترمہ کی طرف سے آپ کا نسب اس طرح ہے:

''سودہ بنت شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن خراش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار انصاریہ''۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی سودہ رضی اللہ عنہا کے نکاح وقت بہت ضعیف تھے، روایت میں آتا ہے کہ: ''وکان شیخاً کبیراً قد أدرکه السن قد تخلف عن الحج ''(اور وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی عمر اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ وہ حج نہیں کر سکتے تھے)

(مسند احمد، حدیث السیدة عائشة رضی اللہ عنہا: ۲۶۲۸۸ (۲۵۷۶۹))

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا حلیہ

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا دراز قد اور بھاری جسم تھیں۔ جیسا کہ ام

المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں ہے جس میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ میں نماز فجر پڑھ کر لوگوں کے آنے سے پہلے رمی کرنے کی اجازت مانگی تھی۔اس میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:

’’وَکَانت سَودة امرأة ثَقیلَة ثبطَة ‘‘(سودہ رضی اللہ عنہا بھاری بدن کی سست رفتار عورت تھیں)

اور بخاری کی روایت میں ہے اور یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ’’...وَکَانت اِمرأ ةٌ طَویْلَة..‘‘(اور وہ دراز قد عورت تھیں)۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا حبشہ کی طرف ہجرت

جب کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی زندگی اجیرن بنادی اور ہر طرح کا ظلم وستم ڈھانے لگے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔بیہقی نے اپنی سنن کبریٰ میں روایت کیا ہے کہ:

’’ان بِأَرض الحبشة ملکاً لا یُظلم احدٌ فالحقوا ببلاده حتی یجعل الله لکم فرجاً و مخرجاً مما انتم فیه ‘‘حبشہ کی زمین میں ایسا بادشاہ ہے کہ جس کے یہاں کسی پر ظلم نہیں جاتا ہے،تم لوگ اس کے ملک کی طرف کوچ کر جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی پیدا فرمادیں اوران حالات سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادیں جس میں تم لوگ ہو۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب السیر، باب الاذن بالہجرة:۱۷۷۳۴)

مکہ کے کافروں کو جب ان لوگوں کی ہجرت کا پتہ چلا تو ان لوگوں کو پکڑنے کے لئے ان کا پیچھا کیا لیکن سب کے سب نامراد واپس ہوئے۔حبشہ پہنچ کر یہ مسلمان امن وامان کے ساتھ رہنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے اسی دوران کسی نے یہ خبر اڑادی کہ مکہ کے کافر مسلمان ہو گئے ہیں۔یہ خبر سن کر چند لوگ حبشہ سے مکہ واپس آ گئے لیکن یہاں پہنچنے پر ان کو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے۔ان واپس ہونے والوں مسلمانوں میں سے بعض تو دوبارہ حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے اور بعض چھپ

چھپا کر مکہ ہی رہنے لگے۔ کفار نے ان کو تلاش کر کے پہلے سے زیادہ ستم ڈھانے لگے۔ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا، یہ کل تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں تھیں جس میں حضرت سکران بن عمرو اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی

حضرت سودہ بنت زمعہ کا پہلا نکاح آپ کے چچازاد بھائی حضرت سکران بن عمرو بن عبد شمس کے ساتھ ہوا، یہ بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی دائرۂ ایمان میں داخل ہو گئے تھے، ان کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ حبشہ ہی میں ان کا انتقال ہو گیا تھا لیکن اکثر مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ حضرت سکران مکہ واپس آئے اور مکہ میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو پہلے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے ایک صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ''جلولا'' کے مقام پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت ایک معرکہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن سکران شریک ہوئے اور جام شہادت نوش فرمائی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا خواب

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جب حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئیں تو خواب میں دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور قدم اقدس ان کی گردن پر رکھا ہے۔

یہ خواب انھوں نے اپنے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ اگر تم سچ کہتی ہو تو میں بہت جلد مر جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے نکاح فرمائیں گے۔

پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ دوسرا خواب دیکھا کہ وہ ٹیک لگائے ہوئے ہیں اور

آسمان سے چاند ان پر گر رہا ہے۔ اس خواب کو بھی انھوں نے اپنے شوہر سے بیان کیا۔ ان کے شوہر نے کہا کہ اگر تم سچ کہتی ہو تو عنقریب میں وفات پا جاؤں گا اور تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نکاح میں لے لیں گے۔

روایات میں آتا ہے کہ اسی دن سے حضرت سکران رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور خستہ حال ہو گئے اور چند روز نہ گذرے ہوں گے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال سے حضرت سودہ بنت زمعہ بہت پریشان ہو گئیں اور اکیلی رہ گئیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی دوسری شادی
حضرت سودہ ام المومنین بن گئیں

تاریخ وسیر کی کتابوں میں لکھا ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ابھی رنج وغم ہی میں تھے کہ آپ کے چچا ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدمہ اور بڑھ گیا۔ دوسری طرف کاشانۂ رسالت میں رسول زادیاں حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما اکیلی رہ گئی تھیں جو ابھی کم سن تھیں، جن کے دیکھ بھال کے لئے کسی خاتون خانہ کی اشد ضرورت تھی۔

مسند احمد میں بڑی تفصیل سے روایت موجود ہے، اس میں ہے کہ:

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں تو خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں:

''یارَسُول اللّٰه ، أَلا تزوج؟''

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نکاح کیوں نہیں فرما لیتے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ'' کس سے؟

انھوں نے عرض کیا اگر آپ چاہیں تو کنواری لڑکی بھی موجود ہے اور بیاہی بھی موجود ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کنواری لڑکی کون ہے؟

انھوں نے عرض کیا کہ:

''اِبنة أحَبّ خلق اللّٰه عزّ و جلّ الیکَ عَائشة بنت أبی بکر'' اللہ کی مخلوق میں آپ کو سب سے محبوب آدمی کی بیٹی یعنی عائشہ بنت ابی بکر۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''ومَن الثیب؟'' اور شوہر دیدہ کون ہے؟

انھوں نے عرض کیا: سودہ بنت زمعہ، جو آپ پر ایمان رکھتی ہیں اور آپ کی شریعت کی پیروی کرتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فَاذھبی فَاذکریھِمَا علی'' جاؤ اور دونوں کے یہاں میرا تذکرہ کردو۔

چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچیں اور کہنے لگیں:

اے ام رومان! اللہ تمہارے گھر میں کتنی بڑی خیر و برکت داخل کرنے والا ہے۔

ام رومان نے پوچھا، وہ کیسے؟ انھوں نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عائشہ سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔

ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابوبکر کے آنے کا انتظار کرلو۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔

حضرت خولہ اور ان کے درمیان بھی یہی سوال و جواب ہوئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عائشہ سے نکاح کرنا صحیح ہے؟ وہ تو ان کی بھتیجی ہے۔

حضرت خولہ واپس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اور ان سے اس کا تذکرہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ارجعی الیه فقولی له: أنا أخوک و أنت أخی فی الاسلام وابنتک تصلح

لي ''

ان سے جا کر کہہ دو کہ میں تمہارا اور تم میرے اسلامی بھائی ہو، اس لئے تمہاری بیٹی سے میرے لئے نکاح کرنا صحیح ہے۔

انھوں نے واپس آ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ جواب بتا دیا۔ انھوں نے فرمایا: تھوڑی دیر انتظار کرو اور خود باہر چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد ام رومان نے بتایا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے سے عائشہ کا رشتہ مانگا تھا اور واللہ ابو بکر نے کبھی بھی وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہیں کی تھی، لہٰذا ابو بکر پہلے مطعم بن عدی کے پاس گئے، ان کے پاس ان کی بیوی ام الفتی بھی موجود تھیں، وہ کہنے لگی: اے ابن ابی قحافہ! اگر ہم نے اپنے بیٹے کا نکاح آپ کے یہاں کر دیا تو ہوسکتا ہے کہ آپ ہمارے بیٹے کو بھی دین میں داخل کر لیں۔

حضرت ابو بکر نے مطعم بن عدی سے پوچھا کہ کیا تم بھی یہی رائے رکھتے ہو؟

اس نے کہا: اس کی بات صحیح ہے۔

چنانچہ حضرت ابو بکر وہاں سے نکل آئے اور ان کے ذہن پر وعدہ خلافی کا جو بوجھ تھا وہ اللہ نے اس طرح دور کر دیا اور انھوں نے واپس آ کر خولہ سے کہا کہ نبی صلی اللہ علی وسلم کو میرے یہاں بلا کر لے آؤ۔ خولہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے آئیں اور حضرت ابو بکر نے عائشہ کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا، اس وقت حضرت عائشہ کی عمر چھ برس تھی۔

اس کے بعد خولہ رضی اللہ عنہا وہاں سے نکل کر سودہ بنت زمعہ کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ اللہ تمہارے گھر میں کتنی بڑی خیر و برکت داخل کرنے والا ہے۔

سودہ نے پوچھا وہ کیسے؟

حضرت خولہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس اپنی جانب سے پیغام نکاح دے کر بھیجا ہے۔

حضرت سودہ نے کہا کہ بہتر ہے کہ آپ میرے والد محترم کے پاس جائیے اور ان سے

تذکرہ کریئے۔حضرت خولہ کہتی ہیں میں ان کے والد کے پاس گئی اور وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھے اور ان کی عمر اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ وہ حج نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے انہیں زمانۂ جاہلیت کے انداز میں سلام کیا اور کہا:

صبح بخیر۔ انھوں نے کہا:

تم کون ہو؟

میں نے کہا: خولہ

انھوں نے میرا استقبال کیا اور کہا: جو چاہو کہو۔

میں نے کہا کہ مجھے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سودہ سے اپنا پیغامِ نکاح بھیجا ہے۔

زمعہ نے کہا کہ وہ تو بہترین جوڑ ہے، تمہاری سہیلی (سودہ) کا کیا خیال ہے؟

حضرت خولہ فرماتی ہیں کہ: میں نے کہا: کہ وہ انہیں پسند کرتی ہیں۔

انھوں نے کہا: اسے میرے پاس بلا لاؤ۔

حضرت خولہ کہتی ہیں کہ میں سودہ کو ان کے والد کے پاس لائی تو وہ سودہ سے کہنے لگے:

"ان هذه تزعم أن محمد بن عبد الله بن عبد المطلب قد ارسل يخطبک ، وهو كفء كريم ، أتحبين أن أزوجک به ؟ قالت: نعم"

اے میری بچی، یہ کہتی ہیں کہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے تم سے پیغام نکاح دے کر بھیجا ہے، اور وہ بہترین جوڑ ہے تو کیا تم چاہتی ہو کہ میں ان سے تمہارا نکاح کر دوں؟

حضرت سودہ نے جواباً کہا: جی ہاں۔

اپنی بیٹی کی رائے معلوم کرنے کے بعد والد محترم کہنے لگے: انہیں (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرے پاس بلا لایئے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انھوں نے سودہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ (مسند احمد، حدیث السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا: ۲۶۲۸۸ (۶۹ / ۲۵۷))

اس طرح حضرت سودہ اعلان نبوت کے دسویں سال شوال المکرّم میں ام المومنین بن گئیں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ اور آیت حجاب کا نزول

صحیح بخاری میں ہے:

''عن عائشة أن زوج النبی صلی الله علیه وسلم کنَّ یخرجن باللیل اذا تبرزن الی المناصع وهی صعید افیح و کان عمر یقول للنبی صلی الله علیه وسلم احجب نساء ک فلم یکن رسول الله صلی الله علیه وسلم یفعل فخرجت سودة بنت زمعة زوج النبی صلی الله علیه وسلم لیلةً من اللیالي عِشآ ءً و کانت امرأة طویلة فناداها عمر الا قد عرفناک یا سودة حرصا علیّ ان ینزل الحجاب فأنزل الله الحجاب''۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب خروج النساء الی البراز:)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں رات کو قضائے حاجت کے لئے مناصع کی طرف نکل جاتی تھیں اور مناصع کے معنی ہیں فراخ ٹیلہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کو پردہ میں بٹھلائیے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایسا) نہ کرتے تھے، ایک رات عشاء کے وقت ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی نکلیں اور وہ دراز قد عورت تھیں تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خواہش سے کہ پردہ (کا حکم نازل ہو جائے پکارا) کہ اے سودہؓ! ہم نے تمہیں پہچان لیا تب اللہ نے پردہ (کا حکم) نازل فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو جو یہ کہا کہ ''ہم نے تمہیں پہچان لیا'' یہ اس لئے کہا کہ حضرت سودہ رضی اللہ ناراض ہوں اور جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کریں تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان عورتوں کے لئے پردہ کا حکم دیدیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بیحد رحمدل اور بڑی سخی تھیں جو کچھ ان کے ہاتھ لگتا حاجت

مندوں میں تقسیم فرمادیتیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس دراہم کی ایک تھیلی بھیجی، قاصد سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ دراہم ہیں۔ کہنے لگیں: کھجوروں کی طرح اتنے زیادہ دراہم، پھر انہیں تقسیم کر دیا۔ (الاصابہ، ج:۸،ص:۲۴۲)

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پسندیدہ شخصیت تھیں

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا بہت اعلیٰ اوصاف اور بڑے حسن اخلاق کی حامل خاتون تھیں۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

''عن عائشة قالت: مارأيت امرأة أحب الى ان أكون في مسلاخها من سودة بنت زمعة'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنے لئے عزیز ترین عورت میں نے نہیں دیکھی، مجھے یہ آرزو تھی کہ میں ان کے جسم میں ہوتی۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب جواز ہبتہا نوبتہا لضرتہا:۱۴۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت سودہ کے چہرے پر حریرہ مل دینا

مسند ابویعلی میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حریرہ پکا کر لائی، وہاں حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ بھی موجود تھیں، میں نے حضرت سودہ سے کہا: اسے کھائیے، انھوں نے انکار کیا۔ میں نے دوبارہ کہا: اسے کھائیے ورنہ میں اسے تمہارے چہرے پر مل دوں گی۔ انھوں نے پھر انکار کیا تو میں نے اپنا ہاتھ حریرہ میں ڈالا اور اسے حضرت سودہ کے چہرے پر مل دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت سودہ کے لئے حریرہ ڈال کر ان سے فرمایا: تم بھی عائشہ کے منہ پر مل دو اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے۔

(مسند ابویعلی الموصلی، تتمہ مسند عائشہ:۴۴۷۶۔ مجمع الزوائد للہیثمی، ج:۴،ص:۳۱۴)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے کبھی کبھار ہنسی فرماتی تھیں

حافظ حدیث علامہ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں تحریر کیا ہے:

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

میں نے رات آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور رکوع کیا یہاں تک کہ میں نے اپنی ناک پکڑ لی، مجھے خوف ہوا کہ خون نہ بہنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساتی تھیں۔

ام المونین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث

احادیث کی کتب میں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے پانچ حدیثیں مروی ہیں، بعض نے آٹھ روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک بخاری میں اور چار حدیث کی دوسری مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ مسند احمد میں ''حدیث سودۃ بنت زمعۃ'' کے تحت تین روایات موجود ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے:

''عن ابن عباس عن سودة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت : ماتت شاة لنا ، فدبغنا مسکها فما زلنا ننبذ به حتی صار شنّاً '' (مسند احمد، حدیث سودۃ بنت زمعۃ: ۲۷۹۶۳ (۲۷۴۱۸) صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب اذا حلف أن یشرب نبیذاً...: ۶۶۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت سودہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت سودہ نے کہا: ہماری ایک بکری مرگئی ہم نے اس کی کھال کو دباغت دے دیا پھر ہم اس میں برابر نبیذ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پرانی ہوگئی۔

مسند احمد میں ہے:

''عن ابن الزبیر عن سودة بنت زمعة قالت : جاء رجل الی رسول الله صلی الله علیه وسلم ، فقال : ان أبی شیخ کبیر لا یستطیع أن یحج ؟ قال : أرأیتک لو کان علی أبیک دَین فقضیته عنه قبل ذٰلک منک؟ قال: نعم ، قال : فالله أرحم ، حج عن أبیک '' (مسند احمد، حدیث سودۃ بنت زمعۃ: ۲۷۹۶۲ (۲۷۴۱۷)

ابن زبیر حضرت سودہ بنت زمعہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں: ایک شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور گذارش کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے والد بہت بوڑھے ہو گئے ہیں اور وہ حج نہیں کر سکتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذرا غور کرو اگر تمہارے والد پر قرض ہو اور تو ادا کر دے تو کیا وہ قبول کر لیا جائے گا؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بہت زیادہ رحیم ہے اپنے والد کی طرف سے تو حج کر لے۔

"عن مولیٰ لآل الزبیر قال: ان بنت زمعة قالت: أتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت: ان أبی زمعة مات، و ترک أم ولد له، و انا کنا نظنها برجل و انها ولدت فخرج ولدها یشبه الرجل الذی ظنناها به؟ قال: فقال صلی الله علیه وسلم لها: أما أنت فاحتجبي منه فلیس بأخیک، وله المیراث"

(مسند احمد، حدیث سودۃ بنت زمعۃ: ۲۷۹۶۴ (۲۷۴۱۹))

آل زبیر کے مولیٰ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ سودہ بنت زمعہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میرے باپ زمعہ کا انتقال ہو گیا اور انھوں نے ایک امّ ولد چھوڑی ہے۔ (شریعت میں ام ولد اس باندی کو کہتے ہیں جس سے اس کے مالک کا بچہ پیدا ہو اور اس بچہ کو مالک اپنا بچہ قرار دیدے) ہم لوگ اس کو کسی (دوسرے) آدمی کا گمان کرتے ہیں کہ اس سے پیدا ہوا ہے۔ پھر اس کے لڑکا پیدا ہو جو اسی شخص کے مشابہ ہے جس کا ہم لوگوں کو گمان ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ سے کہا کہ تم اس سے پردہ کرو وہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔ اور اس کے لئے میراث ہے۔

وفات

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے سلسلے میں دو روایتیں ملتی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں مدینہ منورہ میں

وفات پائیں۔

اُسد الغابہ میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت عمر کے زمانہ خلافت کے آخری دور میں ہوئی۔ مسند احمد کے محقق شیخ ارناووَط نے مسند المعلل میں یہی لکھا ہے کہ: ''**توفيت في آخر خلافة عمر با لمدينة**''۔

دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شوال المکرّم ۵۴ھ میں پائیں۔ رضی اللہ عنہا (آمین)

مراجع:

۱۔مسند احمد، بیت الافکار الدولیۃ
۲۔بخاری، دار السلام للنشر والتوزیع
۳۔مسلم، دار السلام للنشر والتوزیع
۴۔سنن ابوداؤد
۵۔جامع ترمذی
۶۔المعجم الکبیر للطبرانی،
۷۔الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ اردو، علامہ ابن حجر عسقلانی، مکتبہ رحمانی لاہور
۸۔اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، مؤرخ ابن اثیر، المیز ان، اردو بازار، لاہور
۹۔اعلام النبلاء للذہبی، بیت الافکار الدولیۃ
۱۰۔اعلام النساء، عمر رضا کحالہ
۱۱۔السیرۃ النبویۃ لابن ہشام
۱۲۔دلائل النبوۃ۔بیہقی
۱۳۔الاستیعاب۔حافظ ابن عبدالبر

اللہ کی پکار

اے لوگو!!!

زیر نگرانی: **مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم**

تمام انسانوں کے جسم و روح کو لرزا دینے والی کتاب

ایک مرتبہ ضرور مطالعہ کریں

اور دوسرے انسانوں تک پہنچانے کی کوشش کریں

ملنے کا پتہ: مکتبہ الاشرف۔آزادنگر، کرامت کی چوکی، کریلی۔الہ آباد۔موبائل: 7839216040

اسلام کے غدار

دوست کی شکل میں دشمن جو آستین کے سانپ تھے

اندلس کے غدار

مولانا محمد اسماعیل ریحان

''اے قوت والے بادشاہ!

اب ہم آپ کے رعایا بن چکے ہیں۔

یہ شہر، یہ ملک ہم آپ کے حوالے کررہے ہیں۔

... ہاں!! اللہ کی یہی مرضی تھی۔

...ہمیں یقین ہے کہ... آپ مسلم رعایا کے ساتھ شرافت اور سخاوت کا معاملہ فرمائیں گے...''

درد، رنج اور حسرت میں ڈوبے ہوئے یہ عاجزانہ جملے ابوعبداللہ جیسا غدارِ ملت، فرڈی ننڈ جیسے ظالم و جابر عیسائی حکمران سے کہہ رہا تھا جو غرناطہ پر قابض ہونے کے بعد اب ابوعبداللہ سے شہر کی چابیاں وصول کررہا تھا۔

ابوعبداللہ کو خود فرڈی ننڈ سے وابستہ امیدوں کی سچائی کا یقین نہیں تھا، اس لئے کہ اس سے پہلے بھی یہ دشمن ہمیشہ اس سے دغا کرتا رہا تھا... مگر اب تو وہ اس کی رعایا تھا... اس کا غلام تھا.... اور غلام بدترین آقا سے بھی اچھی امیدوں ہی کا اظہار کیا کرتے ہیں۔

☆☆☆

اندلس کی مسلم حکومت کا زوال اسلامی تاریخ کا انتہائی دردناک باب ہے۔

...اس کی آٹھ سو سالہ تاریخ میں کئی اتار چڑھاؤ آئے، اچھے برے حکمرانوں۔ مجاہدوں، وفاداروں اور غداروں کی کئی کھیپیں یہاں وجود میں آئیں اور فنا ہوگئیں مگر اس سلطنت اسلامیہ کے آخری دور میں کچھ ایسے غدار پیدا ہوئے جنھوں نے اسے مٹا کر ہی چھوڑا۔

ان غداروں اور نااہل افراد میں اندلس کے آخری حکمران ابوعبداللہ، اس کے چچا الزغل اور اس

کے وزیر ابوالقاسم کا کردار زیادہ نمایاں رہا ہے۔

آیئے اس دور کے حالات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

☆☆☆

اندلس، اسپین، یورپ کا وہ سرسبز و شاداب، پرفضا اور خوبصورت ملک ہے جہاں مسلمان ۸۰۰ سال تک بڑی آن بان سے رہے۔

پہلی صدی ہجری کے آخر میں مسلمان جرنیلوں موسیٰ بن نُصیر اور طارق بن زیاد نے اس سرزمین کو فتح کر کے امت مسلمہ کی گود میں ڈالا تھا۔ اس کے بعد مسلمان حکمرانوں کو کئی خاندانوں نے نسل درنسل یہاں بڑی شان وشوکت سے حکومت کی۔ مگر کئی صدیوں بعد مسلمان آپس میں خانہ جنگی کا شکار ہو گئے اور عیسائیوں نے ان کے کئی شہروں پر قبضہ کر کے ان کے مقابلے میں اندلس کے اندر ہی ایک مضبوط حکومت قائم کر لی۔ یہ حکومت ''قستالیہ'' کہلاتی تھی جو تیزی سے مسلم علاقوں پر قبضہ کرتی جارہی تھی۔

نویں صدی ہجری کے آخر میں صورتحال یہ تھی کہ مسلمانوں کے پاس صرف ایک بڑا شہر غرناطہ اور اس کے آس پاس کے چھوٹے چھوٹے شہر رہ گئے تھے۔

عیسائی بادشاہ فرڈی ننڈ بڑی عیاری اور مکاری سے مسلمانوں کے علاقے ہتھیار ہا تھا۔ ان دنوں غرناطہ کا حکمران سلطان ابوالحسن نامی ایک عمر رسیدہ شخص تھا، سن ۸۸۶ھ مطابق سن ۱۴۸۱ء میں اس نے یہ دیکھ کر کہ عیسائی بہت جلد پورے اندلس پر قبضہ کرنے والے ہیں، مسلمانوں کے دفاع کے لئے جہاد کا اعلان کر دیا۔

عیسائیوں کی فوج بہت زیادہ تھی مگر سلطان ابوالحسن نے تھوڑی سی فوج کے ساتھ انہیں مختلف محاذوں پر شکست دیں۔

ہوسکتا تھا کہ فرڈی ننڈ کو مکمل شکست ہو جاتی اور پورے اندلس پر ایک بار پھر اسلام کا پرچم لہرانے لگتا مگر ایک غداری کی غداری نے سارا بنا بنایا کام بگاڑ دیا۔

☆☆☆

یہ غدار خود سلطان ابوالحسن کا بیٹا شہزادہ عبداللہ تھا، جب اس نے دیکھا کہ باپ غرناطہ کے باہر

جہاد میں مصروف ہے اور دارالحکومت خالی ہے تو اس نے باپ کے تخت پر قبضہ کر کے اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

سلطان ابوالحسن کو اس خبر سے بے حد صدمہ ہوا، اسے جہادی مہمات ترک کر کے واپس غرناطہ آنا پڑا، اس نے غرناطہ کا اقتدار دوبارہ حاصل کر لیا مگر دل ایسا اچاٹ ہوا کہ حکومت اپنے بھائی ''الزغل'' کے حوالے کر دی اور خود بیماری کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گیا.... اس دوران عیسائیوں نے میدان صاف دیکھ کر مسلمانوں کے اور بھی علاقے اپنے قبضے لے لئے۔

اس کے ساتھ ساتھ فرڈی ننڈ نے شہزادہ عبداللہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ تمہارا چچا ''الزغل'' تمہارے باپ کے تخت پر قابض ہو گیا ہے جو تمہارا حق ہے لہٰذا اس سے غرناطہ چھین لو، ہم غرناطہ پر قبضہ کرنے میں تمواری مدد کریں گے۔

نادان عبداللہ نے دشمن کے بہکاوے میں آ کر اپنے چچا سے جنگ چھیڑ دی، اب صورت حال یہ تھی کہ تین طرف سے عیسائی مسلمانوں کو گھیرتے جا رہے تھے، چوتھی طرف سمندر تھا اور بیچ میں یہ چچا بھتیجے آپس میں اقتدار کی جنگ لڑ رہے تھے... انجام کار ابوعبداللہ نے سن ۸۹۲ھ مطابق سن ۱۴۸۷ء میں الزغل کو بھگا کر غرناطہ پر قبضہ کر لیا۔

دو سال تک اب عبداللہ کی فرڈی ننڈ سے دوستی رہی مگر سن ۸۹۵ھ مطابق سن ۱۴۹۰ء میں اسے فرڈی ننڈ کا پیغام ملا کہ غرناطہ بھی عیسائیوں کے حوالے کر دیا جائے۔ اب ابوعبداللہ بڑی گھبرایا، مگر اس کے ساتھ کچھ بہادر جرنیل تھے، ان مجاہدوں نے اسے ہمت دلائی، تمام بچے کھچے مسلمان عیسائیوں سے مقابلے کے لئے نکل آئے، اللہ کی مدد شامل حال ہوئی، عیسائی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔

یہ مسلمانوں کے پاس آخری موقع تھا مگر افسوس اس موقع پر ''الزغل'' غدار کے روپ میں سامنے آ گیا... اس نے اپنے بھتیجے سے دشمنی نکالنے کا یہ بہترین موقع سمجھا اور عیسائیوں کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔

اس نے فرڈی ننڈ کو ہمت دلائی اور اصرار کیا کہ ابوعبداللہ کا سر فوراً کچل دیا جائے، فرڈی ننڈ نے الزغل کو ایک فوج دے کر ابوعبداللہ کے مقابلے پر بھیج دیا۔

جب چچا بھتیجے لڑتے لڑتے بالکل کمزور ہو گئے تو فرڈی ننڈ نے ہر طرف سے عیسائیوں کو جمع کر کے ایک طوفان کی طرح غرناطہ پر حملہ کر دیا، آس پاس کے دیہاتوں میں اس نے مسلمانوں کا اتنا قتل عام کیا کہ ابوعبداللہ کے ہوش اڑ گئے...

☆☆☆

چند دن بعد فرڈی ننڈ اندلس کے مسلمانوں کے آخری مورچے غرناطہ کا محاصرہ کر چکا تھا۔

غرناطہ کے مسلم حکمرانوں کے عظیم الشان محل ''قصر الحمراء'' کے دالانوں میں عیسائیوں کے نعرے اور ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کا ہولناک شور صاف سنائی دے رہا تھا۔

عیسائی افواج کی قلعہ شکن توپیں دھنا دھن گرج رہی تھیں جبکہ مسلمان حیرت، خوف اور بے بسی کی تصویر بنے کھڑے تھے۔

محاصرے کو آٹھ ماہ گذر گئے، شہر میں اناج اور خوراک کی کمی سے قحط کی سی صورتحال پیدا ہو گئی۔

ادھر قصر الحمراء میں مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا، عمائدین سلطنت مشورے کے لئے جمع ہوتے تھے مگر کوئی حل سمجھ نہ آتا۔

''ابوعبداللہ'' جس کی حماقتوں نے مسلمانوں کو یہ دن دکھایا تھا، اپنے تخت پر اس طرح چپ چاپ بیٹھا رہتا جیسے اس کی قوت فیصلہ جواب دے چکی ہو۔

اسی دوران غرناطہ کے عوام کے چند نمائندے بادشاہ کے دربار میں شہر والوں کی طرف سے یہ پیغام لے کر آئے کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس حال میں بھی دشمن سے ٹکرانے کو تیار ہیں۔ ہم فاقوں سے ویسے بھی موت کے دھانے پر کھڑے ہیں۔ اس بری موت سے بہتر ہے کہ دشمن سے لڑ کر شہادت کی سعادت حاصل کر لیں۔

یہ نوجوان بادشاہ کو سمجھا رہے تھے کہ ہم اب بھی وہی ہیں جو آٹھ سو سال پہلے طارق بن زیاد کے ساتھ چند ہزار کی تعداد میں آئے تھے اور ایک لاکھ عیسائیوں پر غالب آ گئے تھے۔ اب بھی دشمن کی فوج ایک لاکھ ہی ہے۔ ہم اللہ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے اس سے بھڑ جائیں تو کوئی بعید نہیں کہ ہمیں فتح حاصل ہو۔

بادشاہ کے غیور سپہ سالار موسیٰ بن ابیل غسانی نے بھی شہر کے عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے پرزور الفاظ میں کہا کہ ہمیں آخر دم تک مقابلہ کرنا چاہیئے، مگر...ابوعبداللہ پر مایوسی اور شکست خوردگی اس طرح چھا چکی تھی کہ وہ لڑائی کی اجازت دینے کی ہمت نہ کرسکا.... اس نے فقط اتنا کہا:

''عیسائی غرناطہ فتح کئے بغیر نہیں لوٹیں گے''

بزدل اور کم ہمت ابوعبداللہ اب غرناطہ کو عیسائیوں کے حوالے کر دینے پر ہی غور کر رہا تھا۔ اس کا خوشامدی اور ڈرپوک وزیر ابوالقاسم اسے مسلسل یہی ترغیب دے رہا تھا کہ غرناطہ عیسائیوں کے حوالے کر کے ہی ہماری جان بچ سکتی ہے۔

آخرکار ابوعبداللہ نے ہتھیار ڈال دینے کا فیصلہ کرلیا مگر اسے ڈر تھا کہ کہیں اس فیصلے کی بھنک عوام کو پڑ گئی تو وہ بغاوت کر دیں گے اور سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر عیسائیوں سے جنگ شروع کریں گے۔

چنانچہ اس نے اپنے وزیر ابوالقاسم سے مشورہ کیا۔ ملت کے ان دو بڑے غداروں نے مل کر یہ طے کیا کہ عیسائی بادشاہ ''فرڈی ننڈ'' سے خفیہ طور پر یہ معاہدہ کرلیا جائے کہ شہر ان کے حوالے کر دیا جائے گا بشرطیکہ وہ مسلمانوں کے جان و مال، مذہب، اسلامی شعائر اور عبادت گاہوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔

یکم ربیع الاول سن ۸۹۷ھ مطابق سن ۱۴۹۲ء کو ابوالقاسم خفیہ طور پر شہر سے نکل کر فرڈی ننڈ سے ملا اور دونوں نے غرناطہ کو عیسائیوں کے حوالے کرنے کے معاہدے پر دستخط کر دئے۔ طے یہ ہوا کہ ساٹھ دن بعد اس معاہدے پر عمل ہوگا۔

اِدھر شہر کے پرجوش نوجوانوں کو حکومت اور عیسائیوں کے گٹھ جوڑ کی سن گن مل گئی تھی، اس سے پورے شہر میں اشتعال پھیل گیا، عوام فاقوں سے مرنے کے باوجود عیسائیوں کی غلامی پر تیار نہ تھے، وہ جگہ جگہ ہنگامے کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر ابوعبداللہ نے ساٹھ دن گذرنے کا انتظار بھی نہ کیا اور صرف گیارہ دن بعد شہر کے دروازے عیسائی افواج کے لئے کھلوا دئے۔

۱۲ ربیع الاول سن ۸۹۷ھ مطابق ۱۴ جنوری سن ۱۴۹۲ء کی صبح عالم اسلام کے لئے انتہائی حسرت ناک تھی، اس دن عیسائی بادشاہ فرڈی ننڈ پوری شان و شوکت سے غرناطہ میں داخل ہو رہا تھا، قصر

الحمراء کو اپنے سامنے دیکھ کر عیسائی حکمران اور اس کی ملکہ خوشی سے جھوم رہے تھے، پورے اسپین پر عیسائیوں کے قبضے کا آٹھ سو سالہ دیرینہ خواب آج پورا ہو رہا تھا۔

قصر الحمراء سے اسلامی سلطنت کا پرچم اتار کر صلیب نصب کی جانے لگی تو مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں۔

غرناطہ کے مسلمان آنسوؤں اور آہوں کے ساتھ اپنی گردنوں میں غلامی کی نہ ٹوٹنے والی زنجیر کے حلقے دیکھ رہے تھے۔

ان کے دلوں سے ابوعبداللہ، ابوالقاسم اور الزغل جیسے غداروں کے لئے بددعائیں نکل رہی تھیں جنھوں نے ایک آباد و شاداب اسلامی مملکت کو اتنی آسانی سے طشت میں سجا کر دشمنوں کے حوالے کر دیا تھا۔

☆☆☆

غدار ابوعبداللہ غرناطہ سے نکلتے ہوئے رو رہا تھا، اس کی ماں نے یہ دیکھ کر کہا:

''بیٹا! تو جس ملک کی مَردوں کی طرح حفاظت نہ کر سکا اس سے محرومی پر عورتوں کی طرح آنسو بہانے کا کیا فائدہ''

ابوعبداللہ اور الزغل کو جلاوطن کر کے افریقہ کے ملک مراکش بھیج دیا گیا، جہاں وہ گمنامی کی موت مر گئے۔ پیچھے عیسائیوں نے معاہدے کی دھجیاں اڑاتے ہوئے پورے اندلس میں مسلمانوں کا ایسا ہولناک قتل عام کیا کہ آٹھ سو سال سے یہاں آباد بے شمار مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹ گیا، یہ ملک اللہ پر ایمان رکھنے والوں سے بالکل خالی ہو گیا۔

آج بھی اندلس میں غرناطہ کا قصر الحمراء اور قرطبہ کی جامع مسجد ابوعبداللہ اور الزغل اور ابوالقاسم جیسے غداروں کے کرتوتوں پر فریاد کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔

اگر یہ غیروں کی پالیسیوں پر عمل کرنے کے بجائے متحد ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کرتے تو آج اندلس کی تاریخ مختلف ہوتی مگر افسوس غیروں کے ہاتھوں میں کھیلنے والے ایسے غدار ہمیشہ آستین کے سانپ بن کر امت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے رہے ہیں۔

ایک عربی مصنف کی کتاب ''استمتع بحیاتک'' کے اردو ترجمہ سے

عمدہ اخلاق وکردار سے اپنی زندگی خوشگوار بنائیں

پروفیسر محمد عبدالرحمٰن العریفی

وہ اپنے ہم چشموں، پاس پڑوس کے لوگوں، اپنے بھائیوں اور اولاد کے لئے سخت گراں بار تھا۔
اس نے لوگوں کو کئی مرتبہ اپنے بارے میں کہتے سنا تھا:

''بھائی، تم بے حس ہو''۔

وہ کبھی لوگوں سے ہم آہنگ (فری) ہونے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔

ایک دن اس کا چھوٹا بیٹا خوشی خوشی آیا، وہ اسے ہوم ورک کی کاپی دکھانے آیا تھا جس پر ماسٹر صاحب نے اپنے دستخط کے ساتھ لکھا تھا:

''بہت عمدہ''۔

لیکن اس نے توجہ نہیں کی، بس اتنا کہا:

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، واللہ، تم ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی لے آئے تو کیا کروگے؟''

بچے کے جذبات یقیناً اس سے زائد کا مطالبہ کررہے تھے۔

اس کی کلاس میں ایک طالب علم بڑا چلبلا، ہنسوڑ تھا، وہ سبق سے اکتا جاتا تو کوئی نہ کوئی چٹکلا چھوڑ دیتا، اس پر بھی اس کے استاد کے چہرے کے تاثرات نہ بدلتے۔ وہ صرف اتنا کہتا:

''ہنسی کرتے ہو؟''

میرا خیال ہے کہ طالب علم سے اس کا رویہ مختلف ہونا چاہئے تھا۔

☆☆☆

وہ شاپنگ سنٹر میں خریداری کرنے گیا، سادہ لوح سیلز مین نے اس سے کہا:

''میرے گھر سے خط آیا ہے'' اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ کاش اس نے سوچا ہوتا کہ وہ بے چارہ

اسے یہ کیوں بتا رہا ہے کہ میرے گھر سے خط آیا ہے؟ صرف اس لئے کہ وہ بھی اس کی خوشی میں شریک ہو اور مبارکباد دے۔

☆☆☆

وہ اپنے ایک رفیق کار سے ملنے اس کے گھر گیا، میزبان نے چائے سے اس کی تواضع کی، پھر اندر گیا اور اپنا پہلوٹھی کا نومولود بچہ اٹھالایا، اسے مہمان کے آگے کرتے ہوئے پوچھنے لگا:

''یہ شیر آپ کو کیسا لگا؟''

اس نے سردمہری سے دیکھا اور کہا:

''اچھا ہے، اللہ آپ کے لئے مبارک کرے''۔

یہ کہہ کر اس نے چائے کی پیالی اٹھائی اور پینے لگا۔ میزبان اس سے زائد کا منتظر تھا، وہ بچے کو اٹھاتا، اسے بوسہ دیتا، اس کی خوبصورتی اور قابل رشک صحت کی تعریف کرتا، لیکن کیا کیجئے کہ ہمارے صاحب تو نرے بدھو ہیں۔

☆☆☆

لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے آپ معاملات کو لوگوں کی نظر سے دیکھئے، اپنے اندر کسی معاملے کی اہمیت کا وہی احساس اجاگر کیجئے جو لوگوں میں موجود ہے۔ آپ کے بچے کے نزدیک ''بہت عمدہ'' کے لفظ کی اہمیت ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے کہیں زیادہ ہے۔

آپ کے رفیقِ کار کو اس کا نومولود بچہ دنیا و مافیہا سے پیارا ہے، وہ جب بھی اسے دیکھتا ہے یہی چاہتا ہے کہ اپنا دل چیر کر اسے اس میں بٹھالے۔ کیا رفیقِ کار سے آپ کی محبت کا تقاضا نہیں کہ آپ اس کے جذبات میں شریک ہوں؟

☆☆☆

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ کسی خاص شے کے لئے پرجوش ہوتے ہیں، آپ بھی ان کے ساتھ گرم جوشی کا اظہار کریں۔ بے حس اور جذبات سے عاری نہ ہوں، حالات کے مطابق خوشی، غمی یا حیرت کا اظہار کریں۔ جو لوگ دوسروں سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش نہیں کرتے آپ انہیں ہمیشہ یہ

شکایت کرتے پائیں گے:

''میرے بچے میرے پاس بیٹھنا کیوں پسند نہیں کرتے؟؟''

ہمارا جواب یہ ہے کہ وہ کوئی لطیفہ سناتے ہیں تو آپ ان کا ساتھ نہیں دیتے، وہ اسکول کی باتیں کرتے ہیں تو آپ توجہ نہیں دیتے، اس لئے وہ آپ کے پاس بیٹھنا اور آپ سے باتیں کرنا پسند نہیں کرتے۔

کوئی آدمی آپ کو واقعہ سناتا ہے جو آپ نے پہلے سے سن رکھا ہے تو کوئی بات نہیں۔آپ یہ واقعہ دوبارہ سن لیجئے۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:''واللہ، ایک آدمی مجھے حدیث سناتا ہے جسے میں نے اس کے جنم لینے سے بھی پہلے سن رکھا ہوتا ہے لیکن میں اس سے حدیث یوں سن لیتا ہوں جیسے پہلی بار سن رہا ہوں''۔

یہ یقیناً بہت عمدہ طرزِ عمل ہے۔

☆☆☆

مسلمان غزوۂ خندق سے پہلے خندق کی کھدائی کا کام کر رہے تھے، ایک صحابی جن کا نام جُعیل تھا، (اس کا معنی چھوٹا بجو ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر ''عمرو'' رکھ دیا۔ اب صحابہ کرام کام کرتے اور ساتھ ساتھ یہ شعر پڑھتے:

سماه من بعد جُعيل عمراً و كان للبائس يوماً ظهراً

اللہ کے نبی نے اس کا نام جعیل سے بدل کر ''عمرو'' رکھ دیا، اس غریب کے لئے آپ بڑے مددگار ثابت ہوئے۔

صحابہ کرام جب عمراً کہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عمراً کہتے، صحابہ کرام ظہراً کہتے تو آپ بھی ان کی آواز میں آواز ملا کر ظہراً کہتے۔اس پر صحابہ کرام اور گرم جوشی سے شعر پڑھتے اور کام میں جٹے رہتے۔انہیں یہ خوش گوار احساس ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ ہیں۔

رات کو سردی سخت ہوگئی، اس کے باوجود صحابہ کرام کھدائی کا کام کرتے رہے۔رسول اللہ صلی

اللہ علی وسلم ان کی طرف آئے اور انہیں ہاتھوں سے خوشی خوشی کھدائی کرتے دیکھا، صحابہ کرام نے یہ شعر پڑھا۔

نَحْن الَّذِينَ بَايعُوْا مُحَمّداً   عَلٰى الْجِهَاد مَا بَقِينَا اَبَداً

ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے جب تک زندگی رمق باقی ہے، محمد سے جہاد کی بیعت کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا جواب دیتے:

اَللّٰهُمَّ ان العَيْش عَيش الآخِرَة   فَاغْـــفِرا لَا نُصار وَالْمُهَاجِرَة

اے اللہ، واقعۃً اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے، تو مہاجرین وانصار کو بخش دے۔

ان سارے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آواز سے آواز ملاتے رہے، ان سے ہم آہنگی کا اظہار کرتے رہے، خندق کی کھدائی کے دوران صحابہ کرام دھول سے اٹے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

وَاللّٰه لَو لَا اللّٰه مَا اهْتَدَينَا   وَ لَا تــصَدقنَا وَ لَا صَلّيْنا

واللہ، اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ صدقہ کرتے، نہ نمازیں پڑھتے۔

فَانْــزلَنْ سَــكِيْـنة عَلَيْنا   وَ ثبّتِ الاقْدام اِن لا قيْنَا

اے اللہ، تو ہم پر سکینت نازل فرما، اگر (دشمن سے) ہمارا سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

ان الأُلىٰ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنا   اِذا أرادُوْا فِـتْـنة أبيْنَا

ان لوگوں نے ہم پر ظلم ڈھائے ہیں، جب بھی انھوں نے کوئی فتنہ برپا کرنا چاہا ہم نے انکار کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ مل کر بلند آواز سے کہتے: "أبينا أبينا"

(صحیح البخاری: ۴۰۹۹، صحیح مسلم: ۱۸۰۲)

☆☆☆

آج تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا کر رہوں گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مزاح کے انداز میں بات کرتا تو آپ بھی ہنستے اور تبسم فرماتے تھے، امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے،

آپ ان دنوں اپنی بیگمات سے ناراض تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا:

”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا کے رہوں گا“۔

وہ کہنے لگے:

”یارسول اللہ، کبھی ہم قریش کے لوگوں کی خستہ حالی بھی ملاحظہ کیجئے، ایک زمانہ تھا، عورتوں پر ہمارا غلبہ تھا اور وہ ہمارے قابو میں تھیں، ہمارے کسی آدمی سے اس کی عورت نفقہ کا مطالبہ کرتی تو وہ اٹھ کر اس کی گردن پر الٹے ہاتھ کی ایک دھول ٹکا دیتا، یہاں مدینہ میں آئے تو ہمارا واسطہ ایسی قوم سے پڑا جن کی عورتیں ان پر غالب ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی ہماری عورتیں بھی ہم پر غالب آنے لگی ہیں۔“

ان کی اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

احادیث میں ہم پڑھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا مسکراتے کہ آپ کی ابتدائی داڑھیں نظر آنے لگتیں۔ (صحیح البخاری: ۲۴۶۸)

☆☆☆

”میں تمہارے لئے ویسا ہوں جیسا ابوزرع ام زرع کے لئے تھا“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گیارہ عورتوں کا واقعہ سننا

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو گیارہ عورتوں کا قصہ سنایا، آپ شدید مصروفیت کے باوجود ان کی باتیں نہایت توجہ اور دلچسپی سے سنتے رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا:

جاہلیت کے دور کی بات ہے، گیارہ خواتین اکٹھی بیٹھیں اور یہ طے کیا کہ اپنے اپنے شوہروں کا کھلا تذکرہ کریں گی اور ان کی عادات واطوار سے متعلق کوئی بات نہیں چھپائیں گی۔

پہلی خاتون نے کہا:

میرا شوہر لاغر اونٹ کا گوشت ہے جو دشوار گذار پہاڑ کی چوٹی پر پڑا ہو، نہ پہاڑ پر چڑھنا آسان ہے اور نہ گوشت ہی ایسا اچھا ہے کہ اس کے لئے اتنی تگ و دو کی جائے۔ (یعنی بداخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ متکبر بھی ہے)

دوسری بولی:

میں اپنے شوہر کا حال بیان نہیں کرسکتی، مجھے ڈر ہے کہ اسے چھوڑ نہیں سکوں گی، اگر اس کا ذکر کروں گی تو سارا کچا چھٹا کہہ ڈالوں گی۔ (شوہر میں عیب بہت ہے، کچھ کہوں گی، اسے پتہ چلے گا تو طلاق دے ڈالے گا، اس لئے خاموش رہتی ہوں)

تیسری نے کہا:

میرا شوہر لمبا تڑنگا ہے، عقل اس کی ٹخنوں میں ہے، بولتی ہوں تو طلاق دی جاتی ہے، خاموش رہتی ہوں تو بھی لٹکی رہتی ہوں کہ نہ وہ چھوڑتا ہے اور نہ شوہروں کا سا سلوک کرتا ہے۔ وہ مجھے تلوار کی دھار پر چلاتا ہے۔

چوتھی کہنے لگی:

میرا شوہر تہامہ کی رات کے مانند صاف شفاف اور معتدل ہے، نہ ٹھنڈا، نہ گرم، نہ کوئی خوف ہے اور نہ اکتاہٹ۔

پانچویں نے کہا:

میرا شوہر گھر آئے تو تیندوے کی طرح لمبی تان کر سو رہتا ہے (عیب جوئی نہیں کرتا، غلطیوں سے چشم پوشی کرتا ہے) گھر سے باہر ہو تو شیر کی طرح بہادر، کھلے دل کا ایسا کہ اخراجات کے متعلق کبھی نہیں پوچھتا۔

چھٹی خاتون بولی:

میرا شوہر کھانے بیٹھ جائے تو سب ہڑپ کر جاتا ہے، پینے لگے تو ایک بوند نہیں چھوڑتا، بستر پر آئے تو سارا لحاف خود لپیٹ کر منہ پرے کئے سو جاتا ہے، ہاتھ بڑھا کر میرا حال دریافت نہیں کرتا۔

ساتویں خاتون گویا ہوئی:

میرا شوہر بدھو اور احمق ہے، دنیا کی ہر بیماری (عیب) اس میں موجود ہے، تم اس سے بات کرو گی تو تمہیں گالی دے گا، کوئی مذاق (بھولے سے) کر بیٹھو تو اینٹ اٹھا کر سر پر دے مارے گا، ورنہ کوئی ہڈی پسلی توڑ دے گا یا سر بھی پھوڑے گا اور ہڈی بھی توڑے گا۔

آٹھویں نے کہا:

میرے شوہر کو چھوؤ تو خرگوش کی طرح نرم وملائم، سونگھو تو زرنب (خوشبودار بوٹی) کی طرح خوشبو دار، میں اس پر غالب ہوں (اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے) اور وہ لوگوں پر غالب ہے (اپنی بہادری اور قوت کے بل پر)

نویں خاتون کہنے لگیں:

میرے شوہر کی تلوار کا پرتلا لمبا ہے، (وہ دراز قد ہے) اس کے صحن میں راکھ کے ڈھیر لگے رہتے ہیں (کثیر تعداد میں مہمان آتے ہیں، ان کا کھانا پکنے میں بہت لکڑیاں جلتی ہیں، یوں بہت راکھ ہوتی ہے) اس کا گھر دوستوں کی مجلس سے قریب ہے (وہ گھر والوں کا خیال رکھتا ہے، دوستوں میں جائے تو وقتاً فوقتاً گھر آتا رہتا ہے) جس رات مہمان ہوں تو سیر نہیں ہوتا، (شرمیلا ہے کہیں مہمان بن کر جائے تو دوسروں کے سامنے کم کھاتا ہے) جس رات خوف ہو سوتا نہیں، (رات کو دشمن کے حملے کا خدشہ ہو تو جاگ کر پہرہ دیتا ہے)

دسویں نے کہا:

میرے شوہر کا نام مالک ہے، تم کیا جانو کہ مالک کون ہے؟ (اس کی بے شمار خوبیوں کا احاطہ ناممکن ہے) مالک سب سے اچھا ہے، اسکے پاس بہت اونٹ ہیں جو ہمیشہ اپنے باڑوں میں بندھے رہتے ہیں، باہر چرنے کا انہیں کم موقع ملتا ہے، (بکثرت مہمانوں کی آمد کی وجہ سے ذبح ہوتے رہتے ہیں) اونٹ جب آگ جلانے والی کی آواز سنتے ہیں تو انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب ان کی خیر نہیں۔

گیارہویں عورت ام زرع بولی:

میرا شوہر ابوزرع ہے، تم کیا جانو کہ ابوزرع کون ہے، اس نے میرے کان زیورات سے لاد

دیئے، میرے بازو چربی سے بھر دیئے، (اس کے پاس رہتے ہوئے میں خوب کھا پی کر موٹی ہوگئی) اس نے میری اتنی تعریف کی کہ مجھے اپنا آپ بھانے لگا، اس نے مجھے جس گھرانے میں پایا وہ چند چھوٹی چھوٹی بکریوں کا مالک، تنگدست کنبہ تھا، وہ مجھے (وہاں سے اٹھا کر) ایسے گھر میں لے آیا جہاں بے شمار جانور ہیں اور (گھوڑوں کے) ہنہنانے اور (اونٹوں کے) بلبلانے کی آوازیں آتی ہیں، (کھاتا پیتا گھرانہ ہے، یہ لوگ گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر کرتے ہیں)۔

یہاں میں بات کرتی ہوں تو لعن طعن نہیں کی جاتی، سوتی ہوں تو دن چڑھے اٹھتی ہوں۔ پینے لگتی ہوں تو اتنا پیتی ہوں کہ پھر پینے کی خواہش نہیں رہتی۔

اور ابو زرع کی والدہ! تم کیا جانو کو ابو زرع کی والدہ کون ہے اور کیا ہے؟ اس کے بورے (سرین) بھاری یعنی موٹے تازے اور خوبصورت ہیں، اس کا گھر کھلا ہے۔

اور ابوزرع کا بیٹا! تم کیا جانو کہ ابوزرع کا بیٹا کون ہے اور کیا ہے؟

تلوار جتنی چوڑی جگہ میں سو جاتا ہے۔ (یعنی چھریرے بدن کا ہے)

بکری کے بچے کی دستی سے سیر ہو جاتا ہے۔ (یعنی کم خوراک ہے)

...اور بنت ابوزرع! تم کیا جانو کہ ابوزرع کی بیٹی کون اور کیسی ہے؟

ماں باپ کی فرمابردار، اس کا موٹا بدن کپڑوں کو بھر دیتا ہے، وہ سوتن کا جلاپا ہے، (یعنی سوتن اس کی خوبصورتی اور آسودہ حالی سے جلتی ہے)

اور ابووزرع کی خادمہ! تم کیا جانو کہ ابوزرع کی خادمہ کیسی ہے؟

وہ ہماری بات باہر جا کر نہیں بتاتی، نہ ہمارے غلے سے بے پروائی کرتی ہے اور نہ گھر کوڑے کرکٹ سے بھرتی ہے۔

ایک دن ابوزرع (گھر سے) نکلا۔ مشکوں سے مکھن نکل رہا تھا۔ (یعنی بہار کا خوشگوار موسم تھا)

اس کی ملاقات ایک عورت سے ہوئی جس کے تیندوے جیسے چست و چالاک اور مضبوط دو بچے تھے، وہ دونوں اس کے پہلوؤں میں پڑے دواناروں (پستانوں) سے کھیل رہے تھے۔ ابوزرع نے مجھے طلاق دیدی اور اس عورت سے شادی کر لی۔

ابوزرع کے بعد میں نے ایک امیر آدمی سے شادی کی جو ہاتھ میں تلوار تھامے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوتا تھا۔

اس نے میرے پاس نعمتوں کے انبار لگا دئے۔

اس نے مجھے ہر خوشبو کے جوڑے لاکر دئے۔ (کہ خود بھی استعمال کروں اور تحفہ بھی دوں)

اس نے کہا:

ام زرع! کھاؤ پیو اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلاؤ۔ لیکن میں اس کی دی ہوئی ہر شئے جمع کروں تو وہ ابوزرع کے سب سے چھوٹے برتن کے برابر بھی نہ ہو۔

(سبحان اللہ! پہلی محبت نا قابل فراموش ہوتی ہے جس کا نقش دل سے مٹائے نہیں مٹتا)

یہاں یہ قصہ ختم ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دلچسپی اور غور سے سنا، پھر عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''میں تمہارے لئے ویسا ہوں جیسا ابوزرع ام زرع کے لئے تھا''۔

(صحیح البخاری:۵۱۸۹۔صحیح مسلم:۲۴۴۸)

تو جناب! اس امر پر ہمارا اتفاق ہو گیا کہ لوگوں کو اہمیت دینے اور ان سے لطافت والفت کا اظہار کرنے کی بڑی افادیت ہے۔

دوسروں کو اہمیت دینا اصل میں اپنی اہمیت بڑھانا ہے۔

تخریج شدہ جدید اور خوبصورت ایڈیشن، حاصل کرنے میں جلدی کیجئے

سنت و بدعت

حقائق اور واقعات کی روشنی

عام قیمت:=/650

تصنیف: صاحب الفضلیۃ الاستاذ الشیخ علی محفوظؒ

ترجمہ: مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

تخریج وتحقیق: ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

ملنے کا پتہ: مکتبۃ الاشرف۔ آزادنگر، کرامت کی چوکی، کریلی۔ الہ آباد۔ موبائل:7839216040

مجاہدہ کی حقیقت

مجلس شیخ المشائخ امام السلوک مسیح الامت
حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب شروانی نور اللہ مرقدہ

(۲)

شر کی بات پیش آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

اگر کبھی خلاف طبع شر کی بات پیش آجائے تو یوں کہدے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اِنَّمَا اَنَا بَشَر فَاَيّما مُؤمن اٰذَيتُه اَو شَتَمتُه اَو جَلدتُه اَو لَعَنتُه فَاجْعَلها لَه صَلوٰة و زَكوة و قُربَة تقربه بِهَا اِلَيک'' (الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ مشکوۃ، کتاب الدعوات میں بحوالہ بخاری ومسلم صفحہ: ۱۹۴) کہ میں بھی ایک بشر ہوں، ہوسکتا ہے خلاف طبع پر کوئی شر کی بات پیش آجائے تو اس شر کو مبدل بخیر فرما دینا اس شر کو اس کے لئے صلوۃ (یعنی رحمت) بنا دینا اور پاکی بنا دینا اور ذریعہ قرب بنا دینا کہ اس سے اس کو تقرب حاصل ہوجائے، اس پر آپ کی طرف سے رحمت نازل ہوجائے۔ دیکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرما رہے ہیں کہ بشر میں خلاف طبع پر اثر آسکتا ہے لیکن وہ اثر اس درجہ مغلوب ہو کہ خلاف طبع بات بیوی کی طرف سے پیش آجائے جو آتی رہتی ہے، اولاد کی طرف سے پیش آجائے، نوکر کی طرف سے پیش آجائے خدمتگار کی طرف سے پیش آجائے، شاگردوں کی طرف سے پیش آجائے وغیرہ وغیرہ تو اے اللہ مجھ بشر کو بھی اسی طرح رکھنا جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر میں بھی بتقاضائے بشر کچھ کہہ دوں تو اس کے لئے وہ نافع بن جائے یعنی مبدل بخیر ہوجائے۔ اور جب اپنوں کی طرف سے خلاف طبع پیش آنے پر یہ دعا ہے تو جو اپنائیت نہیں رکھتے، غیر ہیں ان کی طرف سے کوئی خلاف طبع بات پیش آجائے تو بطریق اولیٰ یہ دعا ہے۔

ایہا السالکون، (رمضان المبارک میں خاص طور سے اطراف ملک اور افریقہ و یوروپ کے ممالک سے بہت سے سالکین آیا کرتے تھے، یہ انہیں حضرات کو خطاب ہے۔) یہ سفر فرس ہونے کے لئے ہے، سفر میں س، ف، ر ہے اور فرس میں ف، ر، س۔ حروف وہی ہیں تو یہ سفر فرس بننے کے لئے ہے اور فرس کہتے ہیں گھوڑے کو، اور گھوڑا کیا ہے؟ سواری تو سواری پر پورا قابو ہونا چاہئے اور نفس بھی ہماری سواری ہے اس پر بھی پورا قابو ہونا چاہئے۔ اسی لئے یہ سفر ہے نہ کہ سفر سقر ہو جائے۔

اے حضرات، اب میں آپ کو مسافرین نہیں کہتا بلکہ مہاجرین کہتا ہوں، اب تک مسافرین کہتا رہا اب مہاجرین کہہ رہا ہوں، اور مہاجر مجاہد ہوتا ہے تو اب کہتا ہوں ایہا المہاجرون والمجاہدون، اور جب آپ بصفت ہجرت مجاہد ہیں تو پھر شر کہاں؟ کیونکہ یہ مجاہدۂ نفس جو ہر وقت کا ہے اس میں نفس کے اندر سے شر ختم ہو گیا۔

جہادِ اکبر جہاد بالنفس ہے

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ جہاد کفار سے لوٹ کر آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حوصلہ افزائی اور اہم کی طرف انتقال ذہنی کے لئے فرمایا کہ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ آئے۔

اب یہاں سوال ہوتا ہے کہ جب جہاد کفار جہاد اصغر ہے تو جہاد اکبر کیا ہے؟ اس کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث میں دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اَلـمُجَاهد من جَاهَدَ نَفُسَه'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''مَـنُ جَاهَدَ نفُسه'' فرما رہے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حقیقی مجاہدہ وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے یعنی نفس میں خیر کے مقابل شر رکھا ہوا ہے اس کو زیر کرنے کے لئے۔ اس پر پورا قابو پانے کے لئے، اس کو پورا ماتحت بنانے کے لئے اس کا پورا مقابلہ کر رہا ہے، یہ ہے جہاد اکبر، ایہا السالکون والمہاجرون۔

ہجرت حقیقی منہیات کو چھوڑ دینا ہے

جب جہاد حقیقی کو سمجھ لیا تو اب ہجرت کو بھی سمجھ لو کہ وہ کیا ہے؟ ظاہر میں تو ہجرت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ گھر بار، بیوی بچوں، مال و دولت کو چھوڑ کر اللہ کے لئے ترک وطن کیا جائے جیسا کہ مکہ معظمہ

سے مدینہ منورہ کی طرف صحابہ کرام نے ہجرت کی تھی ، ظاہری ہجرت تو یہی ہے ، اور صحابہ کرامؓ اس ہجرت کے ساتھ موصوف بھی تھے کہ انھوں نے مکہ معظّمہ میں تمام گھر بار مال ودولت چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی مگر اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''المہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ'' حقیقی مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیز کو چھوڑ دے۔

ہجرت ایک صورۃً ہے اور دوسری معنیً ہے

تو ایک صورتِ ہجرت ہے اور دوسری حقیقتِ ہجرت ہے۔ اگر حقیقت ہجرت کسی میں نہیں ہے وہ صورۃً بھی ہجرت نہیں کرسکتا، تیرہ سالہ مکی زندگی میں نفس کی مخالفت کرتے کرتے صحابہ کرام کے اندر سے شر کی چیزیں نکل گئیں تھیں۔ نفس کی برائیوں کو چھوڑتے رہنے میں حقیقۃً مجاہدہ بھی کرتے رہے، اور مہاجر بھی بنتے رہے، تو اب یہ صوری ہجرت اس معنوی ہجرت پر متفرع ہوگئی، تو صحابہ پہلے مہاجر اور مجاہد معنوی طور پر بنے تب ہجرت و جہاد صوری ظہور میں آیا۔ اسی طرح اے احباب کرم فرماؤ، ایہا الاضیاف، آپ مہاجر بھی ہیں، مجاہد بھی ہیں اور مجاہد ومہاجر کا کام کیا ہونا چاہئے؟ نفس سے جہاد اور نفس سے ہجرت۔

مجاہدہ کے بعد بھی بے فکر نہ رہے

جب نفس سے جہاد اور نفس سے ہجرت ہو جائے تو بھی بے فکر نہیں ہونا چاہئے بلکہ نفس کے مقابلہ میں کمر بستہ رہنا چاہئے۔ دشمن کتنا ہی کمزور ہو اس کو قوی جانو، کمزور مت جانو، وہ اپنے داؤں پر ہے، یہ خیال مت لاؤ کہ جو ہو گیا وہ ہو گیا۔ ہاں، یہ مت خیال کرو، وہ اپنے داؤں پر مسدود ہو گیا ہے۔ مرعوب ہو گیا ہے مگر معدوم نہیں ہو۔

نفس کی مثال مرعوب اژدہے جیسی ہے

چنانچہ مولانا رومؒ کو تو حضرت والا رحمۃ اللہ جانیں اور مثنوی شریف کو بھی حضرت والا جانیں یہ احقر تو بس اپنے شیخ کو جانے میرے شیخ نے فرمایا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے اور مولانا رومؒ جو واقعہ لکھتے ہیں اس سے کوئی اصلاحی، سلوکی نتیجہ مجاہدین اور مہاجرین کے لئے نکالتے ہیں، فرمایا ایک سپیرا (سانپوں کا تماشہ دکھانے والا) تھا وہ بڑا صاحب فن تھا، سانپوں کے رہنے کی جگہ چلا گیا۔ کیا ہر کوئی جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ وہ صاحب فن تھا اس لئے چلا گیا، وہاں اس نے دیکھا

کہ ایک سانپ بڑا لمبا چوڑا جس کو اژدہا کہتے ہیں مرا ہوا سا پڑا ہے۔اس نے اٹھالیا اور جھولی میں ڈال لیا، بڑا خوش ہوا، بستی میں آ گیا، جھولی میں سے اژدہا نکال کر زمین پر ڈال دیا، لوگ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے کہ ایسا سانپ تو کبھی نہیں دیکھا، بڑا لمبا چوڑا اژدہا زمین پر پڑا ہے۔سپیرا بین بجا رہا ہے لوگ بھی بے فکر تماشہ دیکھ رہے ہیں کہ کیا یہ کاٹے گا؟ کیا حملہ کرے گا؟

مخلوق جمع ہو گئی، سورج نکل کر اپنی توانائی پر آکر میدان میں پھیل گیا، اس اژدہے پر بھی دھوپ پڑنے لگی، اب جو اژدہا مردہ معلوم ہو رہا تھا دھوپ کی تمازت سے حرکت کرنے لگا کیونکہ وہ سردی سے مرا ہوا سا ہو گیا تھا، دھوپ کی تمازت سے اس میں حرکت آ گئی، اب جوں جوں حرکت آتی گئی خوفزدہ ہونے لگے، اس نے دیکھا کہ چاروں طرف میرے دشمن مجھے گرفتار کرنے کھڑے ہیں، بس اژدہا ایک حرکت سے کھڑا ہوا اور جھومنے لگا۔یہ حال دیکھ کر تمام مخلوق بھاگی، یہ صاحب فن بھی گھبرا گیا کہ جھولی اٹھانا مشکل پڑ گئی، یہ بھی بھاگا، اور مخلوق ایک دوسرے پر گرتی پڑتی متفرق ہو گئی۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا رومؒ نے اس حکایت کو بیان کر کے فرمایا ہے کہ نفس کی مثال اژدہے کی طرح ہے وہ معدوم اور مردہ نہیں ہو گیا، دباؤ میں آ گیا ہے، مرعوب ہو گیا ہے، مغلوب ہو گیا ہے، کیونکہ اس کی فطرت شرکی ہے، داؤں لگا ہوئے ہے، جب کبھی غافل دیکھے گا فوراً ڈنک مارنے کی کوشش کرے گا۔

سالک کو ہمیشہ فکر رہنی چاہئے

لہٰذا ایہا السالکون، ایہا الذاکرون، ایہا الصوفیاء الکرام، بے فکر مت ہونا، فکر رکھنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا: ''یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْ ا'' (سورۂ آل عمران: ۳۰۰) ''اصبروا'' اور ''صابروا'' کے بعد ''رابطوا'' فرمایا ہے کہ اے مجاہدین، اگر جہاد کا موقع نہیں رہا تو دیکھو اپنی سرحد کی حفاظت کو مت بھولنا، اس کو چاروں طرف سے مضبوط رکھنا کہ فوج سے سرحد خالی نہ رہے۔نہ معلوم تمہاری اس غفلت کو دیکھ کر دشمن سرحد کے کس کنارہ سے اندر پہنچنے کی کوشش کرے۔لہٰذا اے مہاجرین حقیقی بجہاد نفس، تم بھی مرابطہ یعنی اپنی سرحد کو قوی رکھنا، بے فکر مت ہونا، اور مامون مت ہونا، ہمیشہ ہمیشہ با فکر رہنا گو اس درجہ کی فکر نہیں جیسی ہجرت اور مجاہدہ سے پہلے تھی کیونکہ فضل الٰہی سے

''وَالَّـذِينَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُم سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰه لَمَعَ الْمُحْسِنِيْن ''(سورۂ روم:۶۹) کی رو سے تم با حوصلہ با ہمت ہو گئے ہو، اس لئے اگر کبھی سر اٹھائے گا تو حوصلہ اور ہمت کی وجہ سے اس کا سر دبا دو گے۔

مومن مجاہد با حوصلہ ہوتا ہے

مومن مجاہد اس طرح با حوصلہ ہوتا ہے کہ جہاد صوری میں جب دشمن اپنے زیر ہونے کو ظاہر کرے اور صلح پر آ جائے تو تم صلح کر لو، یہ نہ ہو کہ تم صلح پر آ جاؤ، اے مجاہدین، یہ ضعف کا اظہار کیسا کہ تم صلح پر جا رہے ہو؟ نہیں نہیں۔ بلکہ وہ صلح پر آئے تو صلح کر لو، یہ وہم نہ کرو کہ اگر ہم صلح کر لیں گے تو دشمن کہیں اپنی مضبوطی شروع نہ کر دے۔ ارے یہ دباؤ اور خوف کیسا؟ یہ ڈر کیسا؟ ارے تم مومنین مجاہدین ہو کر با حوصلہ با ہمت ہو گئے ہو۔ اگر وہ سر اٹھائے تو سر دبا دینا۔ معلوم ہو گیا کہ ان کی صلح کا اعتبار نہیں یہ اپنی کسی مصلحت کے لئے صلح کرتے ہیں، ان کے اندر شر رکھا ہوا ہے، لہٰذا جب سر اٹھائے تو تم با حوصلہ ہو اس کا سر دبا دینا۔ مومنین مجاہدین کی اللہ تعالیٰ نے حوصلہ افزائی فرمائی ہے ''وَالَّـذِيْـنَ جَـاهَـدُوْا فِيْنَـا لَنَهْدِيَنَّهُم سُبُلَنَا '' کہ جنھوں نے ہمارے بارے میں جہاد کیا ہم ان کو اپنا راستہ دکھلاتے رہیں گے۔ اور کیوں نہ دکھلائیں کہ '' وَ اِنَّ الـلّٰـه لَمَعَ الْمُحْسِنِيْن '' بلاشبہ اللہ تعالیٰ مومنین محسنین کے ساتھ ہیں لہٰذا یہ اندیشہ مت کرو کہ صلح کے بعد کہیں یہ اپنے اندر قوت پیدا نہ کر لیں۔ اللہ کے بھروسہ پر صلح کر لو پھر جب سر اٹھائے، سر دبا دینا۔

نفس کو سرزنش کرنے کا واقعہ
آج کل کے شیوخ وسالکین کے لئے عبرت کا مقام

اس طرح نفس سے صلح ہو گئی اور وہ دب گیا، جب سر اٹھائے تو سر دبا دینا، حضرت والا کا بیان کیا ہوا واقعہ یاد آ گیا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ جن کا نفس مغلوب اور مرعوب ہو گیا تھا، دب گیا تھا۔ ایک مرتبہ نفس سر اٹھانے لگا کہ میں تو حلوہ کھاؤں گا، دیکھو نفس اپنے داؤں پر ہے، میٹھے کا تقاضا کیا، یہ نہیں کہا کہ ایلوا کھلاؤ، حضرت شبلیؒ نے نفس سے کہا ارے کہاں سے حلوہ کھلاؤں، میرے پاس پیسے نہیں ہیں اور قرض لینا ٹھیک نہیں، کہاں سے ادائیگی ہو گی؟ اور اگر کسی

سے مانگے تو سوال کرنا ذلت کہ ''السؤال مذلۃ'' یہ کیسا سالک ہے کہ لوگوں سے سوال کر رہا ہے۔ جب عام مومنین کے لئے یہ ہے کہ ''لَا یَنبَغِی لِلمُؤمِنِین اَن یذلَّ نَفْسه ''مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے تو سالک اپنے کو ذلیل کرے یہ کہاں درست ہے؟ کسی کی خوشامد، چاپلوسی کرے تو ذلت ہے، سوال کرے تو ذلت ہے، قرض مانگے تو ذلت ہے، ان سب سے ہٹ کر جسمانی محنت سے حاصل کرے، یہ عزت ہے۔

الغرض حضرت شبلیؒ کے نفس نے پھر تقاضا کیا، انھوں نے سوچا او ہو یہ تو سر اٹھانے لگا کہیں مجھ پر قابض نہ ہو جائے اس کو سزا دینی چاہئے۔ بیچارے سفر میں تھے، دیکھا کہ ایک کاشتکار کا رہٹ چل رہا ہے اس میں اونٹ جتا ہوا ہے، حضرت شبلیؒ نے کاشتکار سے کہا ارے بھائی، یہ اونٹ بیچارہ تھک گیا ہوگا، مجھے رحم آرہا ہے لہٰذا اس اونٹ کو تم کھول دو اور اس کی جگہ مجھے لگا دو۔ اب سے غروب آفتاب تک کی مزدوری مجھے دیدینا یہ بیچارہ آرام کر لے گا۔ مالک نے اونٹ کھول دیا اور یہ لگ گئے۔ پہلے لوگ ایسے ہی قوی تھے، جب غروب آفتاب ہوا تو کاشتکار نے ان کو چھوڑ دیا اور پیسے دیدئے۔ پیسے لے کر بستی میں گئے وہاں جا کر حلوہ خریدا، حلوہ لے کر بستی کے کنارہ ایک پوشیدہ جگہ پر گئے کہ کھانا پینا کسی کے سامنے نہیں ہونا چاہئے، راستہ میں کھانا پینا نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ یہ انسان ہے جانور نہیں، راستہ میں کھانا پینا تو جانوروں کا کام ہے۔ بہر حال حضرت شبلیؒ کسی کونہ میں گئے اور نفس صاحبہ کے سامنے حلوہ رکھ کر کہنے لگے: لو میری جان حلوہ آگیا، حلوہ کھالو۔

حضرت والاؒ فرما رہے ہیں کہ نفس ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑا ہو گیا کہ حضور، مجھ سے غلطی ہو گئی، میرا داؤں چل نہ سکا، میں سمجھا تھا کہ تم کو غفلت ہو گئی ہو گی، مجھ سے غلطی ہو گئی، میں آج آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، ہاتھ جوڑنا الگ الگ ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر صبح کو زبان کے سامنے تمام اعضاء ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے زبان، ہم پر مہربانی کرنا تو تو تھوڑی دیر چل کر اپنے مکان (منھ) میں چھپ کر بیٹھ جائے گی، لیکن ہماری پھر خیر نہیں، نہ معلوم کہاں چوٹ آئے۔ تو اعضاء کا یہ کہنا اور ہاتھ جوڑنا اس نفس کے ہاتھ جوڑنے کی نظیر ہے۔ تو نفس نے کہا حضور، مجھ سے غلطی ہو گئی اس لئے میں اچھل پڑا اپنا داؤں چلایا مگر آپ تو بڑے بیدار ہیں بے فکر نہیں نکلے،

میری چال اور چالا کی کو معاف کریں حضور، اب تو میں نے جو کچھ کردیا کردیا، میں ہاتھ جوڑتا ہوں آئندہ پھر میں اپنی عرضداشت پیش نہیں کروں گا۔

نفس کے سامنے بیداری سرحد کی حفاظت کی طرح ضروری ہے

یہ حضرت والا رحمۃ اللہ نے حضرت شبلیؒ کا واقعہ منتہی سالک کے لئے اس لئے بیان فرمایا کہ اے منتہی سلوک، بیدار رہنا بے فکرمت رہنا۔تم مہاجر بھی ہوگئے مجاہد بھی ہوگئے، لیکن بے فکر نہ ہونا گو ویسی فکر نہ سہی، جیسے فتح وکامرانی کے بعد ملک کی سرحد کی حفاظت ملک کے دشمن سے ہے ایسے ہی اس دشمن نفس کے مجاہدہ اور جہاد کے بعد بیداری ضروری ہے تو جو نفس کے بالمقابل رفع شر اور اس کے مبدل بخیر ہونے کے لئے کھڑا ہوا ہے، وہ کون ہے؟ مہاجر ہے، مجاہد ہے۔ ایہا الاضیاف، میرے کرم فرما مہمانان، آپ اسی لئے آئے ہیں اس لئے آپ مجاہد بھی ہیں آپ مہاجر بھی ہیں جس کی حقیقت آپ کو جہاد حقیقی کی تعریف سے معلوم ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں ''مہاجر اور مجاہد'' بخلوص وصدق بنا ہوا رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے توفیقات سعئی ہجرت وسعئی جہاد کے ساتھ ہم کو قائم ودائم رکھیں۔ آمین یارب العالمین

خدا حافظ ❁

موجودہ حالات ومعاشرت کے پیش نظر ''تفسیر تبیان القرآن'' سے ماخوذ

دلکش، پرکشش اور جاذبِ نظر ذیلی سرخیوں سے مزین ایک حسین گلدستہ

کشف القرآن

عمدہ، اور خوبصورت طباعت، محدود نسخے

مقدمہ: مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

مرتبہ: مولانا سید محمد عماد الدین مظاہری الہ آبادی

قیمت:=/350

ملنے کا پتہ: مکتبۃ الاشرف۔ آزادنگر، کرامت کی چوکی، کریلی۔ الہ آباد۔ موبائل: 7839216040

فقہی مسائل

جن وجہوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

مسئلہ: قصداً یا بھولے سے نماز میں بول اٹھا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ : نماز میں ''آہ'' یا ''اوہ'' یا ''اف'' یا ''ہائے'' کہے یا زور سے روئے تو نماز جاتی رہتی ہے، البتہ اگر جنت و دوزخ کو یاد کرنے سے دل بھر آیا اور زور سے آواز یا ''آہ'' ''اف'' وغیرہ بھی نکل جائے تو نماز نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ : بے ضرورت کھنکھارنے اور گلا صاف کرنے سے جس سے ایک آدھ حرف بھی پیدا ہو جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، البتہ لاچاری اور مجبوری کے وقت کھنکھارنا درست ہے اور نماز نہیں جاتی۔

مسئلہ : نماز میں چھینک آئے اس پر الحمد للہ کہا تو نماز نہیں گئی لیکن نہیں کہنا چاہئے۔ اور اگر کسی اور کو چھینک آئی اور اس نے نماز ہی میں اس کو ''یرحمک اللہ'' کہا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ : قرآن شریف میں دیکھ دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مسئلہ : نماز میں اتنا مڑ گیا کہ سینہ قبلہ کی طرف سے مڑ گیا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ : کسی کے سلام کا جواب دیا اور ''وعلیکم السلام'' کہا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ : کسی عورت نے نماز کے اندر جوڑا باندھا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ : نماز میں کوئی چیز کھالیا یا کچھ پی لیا تو نماز جاتی رہی، یہاں تک کہ اگر ایک تل یا دھرا اٹھا کر کھالے تو بھی نماز ٹوٹ جائے گی البتہ اگر دھرا وغیرہ کوئی چیز دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اس کو نگل گیا تو اگر چنے سے کم ہو تب تو نماز ہوگئی اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: کوئی میٹھی چیز کھائی، پھر کلی کر کے نماز پڑھنے لگا لیکن منہ میں اس کا مزہ کچھ باقی ہے اور تھوک کے ساتھ حلق میں جاتا ہے تو نماز صحیح ہے۔

مسئلہ: نماز میں کوئی خوشخبری سنی اور اس پر ''الحمد للہ'' کہہ دیا یا کسی کی موت کی خبر سنی اور اس پر ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' پڑھا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: کوئی لڑکا وغیرہ گر پڑا، اس کے گرتے وقت بسم اللہ کہہ دیا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: نماز کے اندر کسی بچہ نے آ کر دودھ پی لیا تو نماز جاتی رہی البتہ دودھ نہیں نکلا تو نماز نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: اللہ اکبر کہتے وقت اللہ کے الف کو بڑھا دیا اور آللہ اکبر کہا یا اللہ آ کبر کہا تو نماز جاتی رہی اسی طرح اگر اکبر کی بے کو بڑھا کر پڑھا اور اللہ اکبار کہا تو بھی نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: کسی خط یا کسی کتاب پر نظر پڑی اور اس کو اپنی زبان سے نہیں پڑھا لیکن دل ہی دل میں مطلب سمجھ گیا تو نماز نہیں ٹوٹی البتہ اگر زبان سے پڑھ لے تو نماز جاتی رہے گی۔

مسئلہ: نمازی کے سامنے سے اگر کوئی چلا جائے یا کتا، بلی، بکری وغیرہ کوئی جانور نکل جائے تو نماز نہیں ٹوٹی لیکن سامنے سے جانے والے آدمی کو بڑا گناہ ہوگا، اس لئے ایسی جگہ نماز پڑھنا چاہئے جہاں آگے سے کوئی نہ نکلے اور چلنے پھرنے میں لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور اگر ایسی الگ جگہ کوئی نہ ہو تو اپنے سامنے کوئی لکڑی گاڑ لے جو کم سے کم ایک ہاتھ لمبی ہو اور ایک انگلی موٹی ہو اور اس لکڑی کے پاس کھڑا ہو اور اس کو بالکل ناک کے سامنے نہ رکھے بلکہ داہنی یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے اور اگر کوئی لکڑی نہ گاڑے تو اتنی ہی اونچی کوئی اور چیز سامنے رکھ لے تو اب سامنے سے جانا درست ہے کچھ گناہ نہ ہوگا۔

مسئلہ: کسی ضرورت کی وجہ سے اگر قبلہ کی طرف ایک آدھ قدم آگے بڑھ گیا یا پیچھے گیا لیکن سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھرا تو نماز درست ہوگئی لیکن اگر سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ جائے گا تو نماز نہ ہوگی۔ (بہشتی زیور بتغییر یسیر)

تنظیم اللآلی لشرح عقیدۃ الطحاوی

معروف بہ

اسلامی عقائد

مصنفہ: **مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم**

ہر مسلمان کے لئے ضروری

قیمت:-/400 مکتبہ الاشرف میں رعایتی قیمت میں دستیاب ہے

RNI TITLE CODE : UPBIL04930

Quarterly

AL KASH SHAAF

Research Journal *Allahabad*

Voulume : 8 *Issue No. : 3*

July to September 2024

سب کو یہ دعا کرنی چاہئے

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ دعاء کثرت سے کیا کرتے تھے:

”رَبَّنَا اَصْلِحْ بَيْنَنَا وَ اهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَ نَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَ اصْرِفْ عَنَّا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَ اَبْصَارِنَا وَ قُلُوْبِنَا وَ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْنَ بِهَا وَ اَتِمَّهَا عَلَيْنَا“ (آمین)

(اے ہمارے رب، ہمارے آپس کے تعلقات خوشگوار بنادے اور ہمیں سلامتی کے راستے دکھا اور ہم کو ظاہری و باطنی بدکاریوں سے دور رکھ اور ہمارے کانوں کو، ہماری آنکھوں کو، ہمارے دلوں کو اور ہمارے بیوی بچوں کو ہمارے حق میں باعث برکت بنادے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گذار، ان کا ثنا خواں اور انہیں بیان کرنے والا بنادے اور ان (نعمتوں) کو ہم پر پورا فرمادے۔ (اخرجہ البخاری فی الادب المفرد: ۹۳)

Editor: Dr. Mohammad Ziauddin

FLAHUL IBAAD TRUST

Printed & Published by Dr. Mohammad Ziauddin on behalf of Flahul Ibaad Trust Allahabad 211016 through Jai Printers Allahabad.